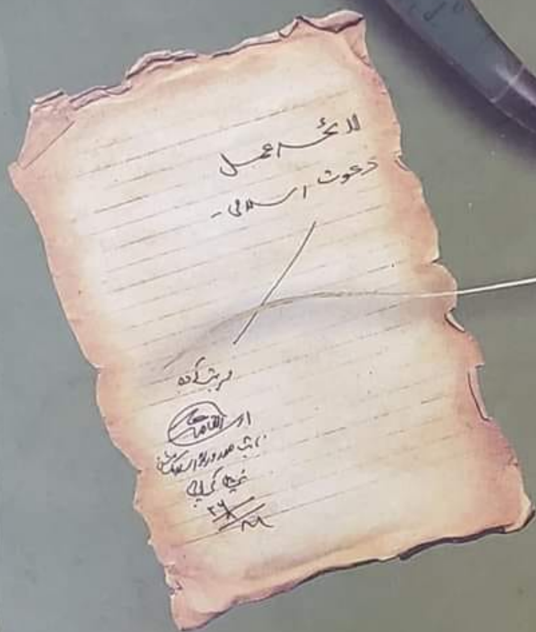


قائدِ اہلِ سنّت

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

اور

دعوتِ اسلامی



لائحہ عمل

دعوت اسلامی ۔

مرتب کردہ

ارشد القادری

ڈاکٹر غلام زرقانی

قائد اہل سنت

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

اور

دعوت اسلامی

ڈاکٹر غلام زرقانی

نام: قائداہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

اور

دعوت اسلامی

مصنف: ڈاکٹر غلام زرقانی

اڈیشن: اول

تاریخ: دسمبر ۲۰۱۱ء

ببلیشر: مکتبہ جام نور دہلی

پریس: بھارت آفسیٹ، دہلی

ملنے کے پتے:

مکتبۂ جام نور ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی یوپی

رضوی کتاب گھر جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ

ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین

علامہ ارشد القادری

اور

دعوت اسلامی

شرفِ انتساب

امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس عطار قادری صاحب

کے نام

جن کی شبانہ روز جدوجہد، دلچسپی و لگن اور انتھک محنت و مشقت نے

دعوت اسلامی

کو بحر و بر کی وسعتوں تک پہنچا دیا۔

غلام زرقانی

ایک نظر میں

نام: غلام زرقانی

قلمی نام: ناؔمی دہلوی

پیدائش: جمشید پور،۴؍جنوری ۱۹۶۸ء

والد گرامی: قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

تعلیم:

انٹرمیڈیٹ آف سائنس	کریم سٹی کالج، جمشید پور
بی۔اے (اردو)	رانچی یونیورسٹی
درس نظامی	دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف
بی۔اے (اسلامیات)	کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ، لیبیا
دراسات علیا (علوم قرآن)	کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ، لیبیا
ایم۔اے (عربی ادب)	جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
پی۔ایچ۔ڈی	جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
انفارمیشن ٹکنولوجی	بی۔سی۔سی۔آئی، ہیوسٹن

ذمہ داریاں:	بانی وچیئرمین	حجاز فاؤنڈیشن آف امریکہ، ہیوسٹن، امریکہ
	صدرومہتمم	مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور انڈیا
	امیر جامعہ	جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی
	سربراہِ اعلی	مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ
	مہتمم	اسلامی مرکز، رانچی
	سرپرست	ضیاءالاسلام کولکاتا
	سربراہِ اعلی	جیلانی ایجوکیشنل ٹرسٹ، بلیا
	صدر	تنظیم اہل سنت، جمشید پور
	جنرل سکریٹری	رویت ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ، امریکہ
	مہتمم	باری مسجد، جمشید پور

مصروفیات:	خطابت	جامع مکہ مسجد، ہیوسٹن، امریکہ
	اسسٹنٹ پروفیسر	لون اسٹار کالج، ہیوسٹن، امریکہ
	کالم نگاری	روزنامہ ''انقلاب'' دہلی وغیرہ
	تدریس	حجاز انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ہیوسٹن
	مدیراعلیٰ	سہ ماہی ''آیات'' امریکہ وہند سے نکلنے والا جریدہ

مشغلہ: درس وتدریس، تصنیف وتالیف، خطابت، شعروشاعری، ملی خدمات

قلمی خدمات: تقریباپچاس سے زائد مقالات ومضامین اور تبصرے جو ہندوستان، امریکہ اور پاکستان کے رسائل وجرائد میں شائع ہوچکے ہیں۔

تصانیف

۱۔ مساهمة غلام علی آزاد بلکرامی واثرائه فی اللغة العربية وآدابها (عربی)
2. Islamic Supplicatrion (Engllish)
3. Essence of the Quran (English)
4. Prophets in the Quran (English)
5. Message of the Quran (English)
6. Message of the Hadith (English)
7. Fundamental Islamic Beliefs (English)
8. Authentic Way of Prayer (English)
9. Authentic Way of Fasting & Zakat (English)
10. Authentic Way of Hajj & Umrah (English)
11. Authentic Way of Marriage & Divorce (English)
12. Authentically Recognized Halal & Haram (English)
۱۳۔ حدیثِ دل (نعتیہ مجموعہ)
۱۴۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اور دعوتِ اسلامی

ترتیب، تخریج اور تقدیم

۱۵۔ تجلیاتِ رضا: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
۱۶۔ خطباتِ استقبالیہ: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
۱۷۔ فقہ، حدیث اور جہاد کی شرعی حیثیت: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
۱۸۔ عینی مشاہدات: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
۱۹۔ اظہارِ عقیدت: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

۲۰۔ بزبانِ حکایت: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
۲۱۔ شخصیات: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

زیرِ ترتیب

۱۔ الامن والعلیٰ کی تلخیص و تسہیل: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ و تکمیل)
۲۔ تفسیر ام القرآن: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ و تکمیل)
۳۔ صدائے قلم: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (خطوط کا مجموعہ)
۴۔ افکار و نظریات: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مقالات کا مجموعہ)
۵۔ مطالعہ دیوبندیت: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ و تکمیل)
۶۔ علم و آگہی: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (ملی مسائل پر بے لاگ تبصروں کا مجموعہ)

زیرِ تصنیف

۷۔ حرفِ حکایت (سبق آموز واقعات)
۸۔ تفہیم خیالات (مقالات کا مجموعہ)
۹۔ فیضان القرآن (قرآن کریم کا ترجمہ بیانیہ ایک اچھوتے اسلوب میں)
۱۰۔ ضربِ قلم (اسلامیات پر مغربی مفکرین کے ہرزہ سرائیوں کا تعاقب)
۱۱۔ Days of the Prophet (انگریزی میں)

مشمولات

عرض سوم

دعوت اسلامی کی بنیاد

ضمیمہ

ابتدائیہ

بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ دعوت اسلامی اور قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے درمیان تاریخی تعلقات کو مستند دستاویزات کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش کروں، لیکن امریکہ سے لے کر ہندوستان کے کئی علاقوں میں پھیلے ہوئے اداروں، تنظیموں اور مدارس کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بے پناہ مصروفیات نے مجھے مہلت ہی نہ دی۔ بہرکیف کہتے ہیں کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے سو اب یہ حقیر سی کاوش آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

والد گرامی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے.....یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمات کا دائرہ کوئی خاص صنف، منتخب پہلو یا کسی متعینہ علاقے تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں پر مشتمل دکھائی دیتا ہے......وہ بیک وقت میدان مناظرہ کے شہسوار بھی نظر آتے ہیں.......تصنیف وتالیف کے پہلو سے اچھوتے اسلوب کے قلمکار بھی........مدارس ومساجد کے بانی کی شکل میں بھی........صنف وسخن کے زلف گرہ گیر

کے اسیر بھی.........مشکل حالات میں ملت اسلامیہ کے قابل اعتماد راہبر بھی.........دنیائے نقد ونظر کے پس منظر میں معقول، متوازن اور واقعی گرفت کے داعی بھی.........تاریخی اجتماعات کے منتظم بھی.........اور بے شمار تحریک و تنظیم کے بانی بھی۔

آپ کی متحرک وفعال زندگی کے سارے گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کرنا مجھ جیسے ہیچمداں کے لیے ممکن نہیں، لیکن اسے عذر معقول سمجھ کر استطاعت بھر کوشش نہ کرنا بھی کسی طور مناسب نہیں۔ اسی لیے میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے کچھ منتخب میدانوں کے حوالے سے آپ کی خدمات میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرلوں پھر اگر توفیق ایزدی حاصل رہی تو آپ کی حیات پر بالاستیعاب گفتگو کی سعادتیں حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس سے قبل میں نے آپ کے بکھرے ہوئے قلمی اثاثہ پر مشتمل سات کتابیں ترتیب دیں جو ہندو پاک میں اشاعت کے مرحلے سے گزر کر آپ تک پہنچیں۔ ان میں آپ کے تاریخی خطبات استقبالیہ پر مشتمل ''خطبات استقبالیہ''، فاضل بریلوی کی شخصیت پر لکھے گئے مضامین کا انتخاب ''تجلیات رضا''، نعتیہ کلام کا مجموعہ ''اظہار عقیدت''، تاریخ سفر کی روداد ''عینی مشاہدات''، تاریخی کہانیوں پر مشتمل ''بزبان حکایت'' اور عالم اسلام کے ممتاز علماء کرام کے حالات ''شخصیات'' خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللہ کا شکر و احسان کہ علم وسخن کے قدردانوں نے انہیں تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ مجھے امید ہے کہ اس سلسلے کی مزید کڑیاں جلد ہی پریس کے حوالے کی جائیں گی۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ وضاحت سن لی جائے کہ میری اس کتاب سے صرف حقائق کی نقاب کشائی مقصود ہے اور بس۔ لہذا اسے کسی شخصیت کے ساتھ جذباتی رشتہ کی روشنی میں نہ پڑھا جائے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ آپ تاریخی حقائق ومعلومات کے اجالے میں پہنچ کر بھی عدل وانصاف پر مبنی کوئی صحیح رائے قائم نہ کرسکیں۔ مجھے اس سے سروکار نہیں کہ کون کیا دعوی کرتا ہے، بلکہ مدعا صرف اتنا ہے کہ میں دنیا کے سامنے وہ دستاویز پیش کردوں جو مخطوطات کی شکل میں بطور امانت میرے پاس محفوظ ہیں۔

یہ حقیقت بھی حاشیہ ذہن میں محفوظ رہے کہ میں ذاتی طور پر ہر اس دینی تحریک کی خدمات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کو دورونزدیک تک پہنچانے کی کوششوں میں شبانہ وروز مصروف ہیں اور اصلاح امت کا مقدس فریضہ پورے اخلاص کے انجام دے رہے ہیں۔ اور اس حوالے سے بلاشبہ دعوت اسلامی کا نام سرفہرست ہے۔ تھوڑی سی عمر میں آفاقی سطح پر جو کامیابیاں دعوت اسلامی نے حاصل کی ہیں، وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور اب جس گونا گوں محاذ پر دعوت اسلامی کے مبلغین نے کام کرنا شروع کر دیا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مستقبل میں اہل سنت و جماعت کا سب سے بڑا سرمایہ دعوت اسلامی ہی کہا جائے گا۔

اس مجموعہ کے اخیر میں والد گرامی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے اپنے قلم سے لکھا گیا دعوت اسلامی کا وہ دستور العمل بھی منسلک کر دیا گیا ہے جسے آپ نے کراچی کے ایک دارالعلوم میں لگاتار کئی دنوں تک محصور ہو کر لکھا تھا۔ حاضر باش کہتے ہیں کہ اس دوران آپ کو لوگوں کی پہنچ سے دانستہ طور پر دور رکھا گیا تا کہ پرسکون ماحول میں بہتر سے بہتر دستور العمل ترتیب دیا جا سکے۔

مجھے یقین ہے کہ مذکورہ بالا دستور العمل دیکھنے کے بعد آپ کا ضمیر چیخ اٹھے گا کہ واقعی قائد اہل سنت علیہ الرحمہ فکری بصیرت، منصوبہ سازی اور مستقبل شناسی میں یکتائے روزگار ملکہ وقدرت کے حامل تھے۔ وقت سے پہلے آنے والے مسائل کا کماحقہ ادراک کر لینا اور اس سے کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے جامع قابل عمل منصوبہ صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دینا آپ ہی کی اخاذ شخصیت کا حصہ تھا۔ اسی لیے میں نے بعض ذمہ دار لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا اور بجا سنا کہ حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمہ اپنی فکر و تدبر، غور وخوض اور امعان نظر کے پس منظر میں اپنے عہد سے برسوں آگے تھے۔ وہ نہ صرف موسم کے بدلتے ہوئے مزاج سے آنے والے طوفان کی شدت کو محسوس کر لیتے بلکہ لوگوں کے احساسات کی صحیح تعبیر کرتے ہوئے مستقبل میں آنے والے واقعی خطرات کا اندازہ بھی لگا لیتے تھے۔

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آپ سے مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ زیر نظر موضوع کے حوالے سے کوئی مزید اہم بات آپ کے علم میں ہو تو میری اس تک رسائی آسان بنائیں تا کہ آنے والی اشاعت میں اسے شامل کیا جا سکے۔

اخیر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں میری معاونت کی، خصوصیت کے ساتھ عزیز القدر مولانا خوشتر نورانی مدیر اعلی جام نور دہلی نے مواد کی فراہمی میں میرے ساتھ قیمتی تعاون فرمایا۔ اسی کے ساتھ حضرت مولانا نصیر احمد مدرس مدرسہ فیض العلوم اور برادر اصغر غلام شعرانی نے بھی دست تعاون دراز فرمایا، اسی کے ساتھ میری شریکہ حیات کا بھی شکریہ کہ انہوں نے پوری دلچسپی کے ساتھ اس کی پروف ریڈنگ کی۔

پالنہار حقیقی سبھوں کو اجر جزیل عطا فرمائے

والسلام علیکم

غلام زرقانی قادری

۶ر جولائی ۲۰۱۱ء ہیوسٹن، امریکہ

عرض اول

ولادت وتربیت

اس عالم رنگ وبو میں قدرت خداوندی کے بے شمار مظاہر ماتھے کی آنکھ سے دیکھے جاسکتے ہیں ، لیکن ان سب میں جسے سب سے زیادہ وقار وتمکنت، عزوشرف اور فضلیت وبزرگی حاصل ہے اسے ''انسان'' کہا جاتا ہے۔اسی کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ انسانوں میں بھی سب یکساں اہمیت کے حامل نہیں۔ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو پیدا ہوتے ہیں ، جوان ہوتے ہیں اور پیرانہ سالی کے ایام گزارتے ہوئے ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، نہ ان سے دنیا فیضاب ہوسکی اور نہ وہ دنیا سے کچھ لے سکے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جب تک وہ زمین کے سینے پر دوڑتے رہے، دنیا بھی ان کے پیچھے دوڑتی رہی، لیکن جب وہ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو من بھر مٹی کے نیچے ایسے گئے کہ لوگوں کے حاشیۂ ذہن سے بھی ہمیشہ کے لیے چلے گئے، زندگی بھر وہ دنیا کو یاد کرتے رہے، لیکن ان کے جانے کے بعد دنیا نے انہیں یاد نہ رکھا۔

اس پس منظر میں دیکھیے تو محسوس ہوگا کہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جب تک وہ زندہ رہے، علم وعمل کا قلمدان ان کے ساتھ ساتھ گردش کرتا رہا........ فکروفن کی تدبیریں ان کے حضور دست بستہ کھڑی رہیں......... وہ جدھر گئے، ایک دنیا بسا دی........ جذبہ مجنوں کی دنیا........ تعمیر وترقی کی دنیا.......... درس وتدریس کی دنیا......... ہوش وخرد کی دنیا........ کردار وعمل کی دنیا......... اوران سب کے باوجود وہ دنیا میں ضرور رہے، لیکن دنیا سے قریب نہ رہے،......... دنیا ان سے قریب رہی، لیکن وہ دنیا سے دور........ ایسے لوگ جب تک زندہ رہے دنیا ان کے گرد سمٹی رہی اور جب وہ چلے گئے تب بھی ان کے چھوڑے ہوئے گہرے نقوش سے دنیا فیض یاب ہورہی ہے۔

دنیا کی اس واقعی حقیقت کی چوکھٹ پر کھڑے ہوکر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی اسی ناقابل انکار حقیقت کی تیسری شکل سے ہے۔

ولادت :

حضور قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ہندوستان کے ایک مردم خیز قصبہ میں ہوئی جسے ''پورہ'' کہا جاتا تھا، لیکن ایک دن اس علاقے کی قسمت جاگ گئی اور سادات گھرانے سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ جو حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید وخلیفہ تھے، ادھر آ نکلے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اطراف وجوانب کے لوگوں کی بھیڑ آپ کے گرد جمع ہوگئی۔ یہ شوق دیدار اس قدر بڑھا کہ حضرت سید صاحب نے پورہ کی سرزمین ہی کو اپنے لیے مستقل اقامت گاہ بنالیا۔ اسی کے ساتھ اب اسے ''پورہ'' نہیں بلکہ کمال ادب واحترام کے ساتھ ''سید پورہ'' کہا جانے لگا۔ یہ علاقہ اب صوبہ اترپردیش کے ضلع بلیا کے تحت آتا ہے۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے پاسپورٹ پر لکھی تاریخ کے مطابق آپ کی ولادت ۱۵/مارچ ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر :

کسی شخصیت کی تعمیر میں خاندانی ماحول بڑا ہی مثبت رول ادا کرتا ہے۔اس لیے بہتر ہے کہ آگے بڑھنے سے قبل قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے ارد گرد خاندان کے ان افراد کا ذکر جمیل اختصار کے ساتھ کرلیا جائے جن کے فیوض و برکات کا براہ راست اثر آپ کی شخصیت پر پڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

آپ کے والد حضرت شاہ عبدہ عبداللطیف علیہ الرحمہ بڑے ہی مجذوب صفت ولی گزرے ہیں۔آپ کو خانقاہ رشیدیہ جونپور سے قلبی لگاؤ تھا کہ یہ آپ کے پیر حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ کے دادا پیر کی چوکھٹ ہے۔قاہد اہل سنت علیہ الرحمہ پیر کے ساتھ اپنے والد گرامی کے جذبہ الفت ومحبت کے حوالے سے ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے تھے، جسے مولانا مفتی قمرالحسن بستوی نے بڑی خوبصورتی سے لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’ مرشد برحق کا مزار رشیدہ آباد میں ہے۔ یہاں سے ریلوے لائن گزرتی ہے، جس پر دون اکسپریس چلتی ہے۔ یہ رشیدہ باد سے ہوکر دھنباد ہوتے ہوئے آتی جاتی ہے۔ چونکہ مولانا عبدہ عبداللطیف علیہ الرحمہ کے نزدیک محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوب ہوتی ہے، اس لیے اپنے مرشد کی محبت کا نقش جمیل لیے ہوئے کیندوا سے دھنباد آتے۔ایک آنہ کا پلیٹ فارم ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر عالم وارفتگی میں تصور محبوب میں منہمک ٹہلتے رہتے اور جب ٹرین کو آتے دیکھتے تو بے قراری حد شباب کو پہنچ جاتی گویا ٹرین کی رفتار کے ساتھ آپ کے احساسات بھی اسی طرح رواں دواں ہوجاتے۔ پلیٹ فارم پر ٹرین رکتی تو عاشق مہجور کی طرح اس سے لپٹ جاتے، اس کو پروانہ وار بوسہ دیتے، اس کی گرد کو اپنے چہرے پر ملتے۔ اور یہ سب اس لیے کہ ٹرین کوئے محبوب سے ہوکر آرہی ہے۔ ‘‘ [۱]

۱۔ جہان قاہد اہل سنت: مفتی قمرالحسن بستوی، سہ ماہی فیضان جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۵ء، صفحہ:۱۳

حضرت شاہ عبدہ عبداللطیف علیہ الرحمہ نے اپنے پیر کے ساتھ جذبہ عشق ومحبت ہی کی بنیاد پر اپنے اس نومولود صاحبزادے کا نام ''غلام رشید'' رکھا۔ قاہد اہل سنت اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ اس حوالے سے فکر صحافت علامہ مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں؛

'' یہی نام الجامعۃ الاشرفیہ کے رجسٹر اور روداد میں بھی درج ہے، مگر شہرت دوام قلمی نام 'ارشد القادری' کے حصے میں آئی۔ یعنی شاہ دیوان رشید کی مناسبت سے لفظ 'ارشد' تجویز کیا اور سرکار بغداد کی نسبت سے 'القادری' کا اضافہ کیا اور دونوں بزرگوں کے فیضان سے 'علامہ ارشد القادری' ہوگئے۔ '' ۲

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اپنے پیر ومرشد کے ساتھ والہانہ عشق والفت کا جب یہ عالم ہے تو ان کے ساتھ جذبات کے تلاطم کا صحیح ادراک کون کرسکتا ہے، جن کے ہی دم سے عشق ومحبت کی ساری انجمنیں آباد ہیں۔ اس حوالے سے ایک ایسا واقعہ سنتے چلیے جس کی نظیر شاید ہی دنیا میں کہیں مل سکے۔

میرے بڑے ابوفیض العارفین علامہ آسی پیا رحمۃ اللہ علیہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کر کے لوٹا تھا۔ مسلسل سفر کے باعث تھکن کے آثار انگ انگ سے ظاہر تھے کہ اتنے میں مجھے نیند آ گئی۔ کچھ دیر بعد ایسا محسوس ہوا کہ کوئی میرے قدموں سے لپٹ رہا ہے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بابا جان دونوں ہاتھوں سے میرے قدموں کو تھامے ہوئے اپنی پرنم آنکھوں سے بوسہ دے رہے ہیں۔

میں حیرت و بے چینی کے عالم میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور بول پڑا کہ بابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں...... یہ کیا کر رہے ہیں؟

بابا جان نے فرمایا کہ بیٹا! آج چپ رہو کہ یہ وہ قدم ہے جو اس مقدس سرزمین کی مٹی سے مس ہو کر لوٹا ہے جو میرے ایمان ویقین کا مرکز ہے .... میرے عشق ومحبت کا سرمایہ ہے....... میرے عقیدت والفت کی تمام راہیں اسی مقام پر جا کر تمام ہوتی ہیں۔

۲۔ جہان رئیس القلم: مولانا مبارک مصباحی، صفحہ: ۳۰

اس طرح قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے جس خانوادے میں آنکھیں کھولیں، اس پر ایک طرف جہاں تصوف وروحانیت کی نورانیت کا سایہ تھا، وہیں علم وعرفان کی شمعیں بھی ہر چہار سمت فروزاں تھیں ۔آپ کے رشتے کے داد مولانا عظیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مستند اور جلیل القدر عالم دین تھے۔آپ گورہٹی کی مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ متداول درسی کتابوں کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔نحو وصرف ان کے خاص موضوع تھے۔ آپ کی جلالت علمی کے حوالے سے میرے چچا زاد بھائی مولانا غلام صمدانی صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے پیرومرشد جناب سید محمد سعید شاہ علیمی رشیدی علیہ الرحمہ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں مولانا عظیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جمیل نکل پڑا۔آپ نے فرمایا کہ ایک بار کسی نے مولانا عظیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کا چیلنج کردیا، جسے آپ نے پورے حوصلے کے ساتھ قبول فرمایا۔ وقت مقررہ سے کچھ دنوں پہلے مناظرہ کی شرائط طے کرنے کے لیے فریق مخالف کے نمائندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی طرف سے مناظرے میں شرکت کرنے والے علماء کی ایک لمبی فہرست آگے بڑھادی۔ پھر کہنے لگے کہ اب آپ بھی اپنی طرف سے شرکت کرنے والے علماء کرام کی فہرست ہمارے حوالے کردیں ۔مولانا علیہ الرحمہ نے ایک نظر فہرست پر ڈالی اور کہنے لگے کہ اپنی طرف سے تنہا میں ہی مناظرہ کروں گا۔ وہ بولے کہ ہماری طرف سے نمائندگی کرنے والے علماء میں بعض عرب کے بھی ہیں جو عربی زبان ہی بولتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو صرف فارسی ہی سمجھ سکتے ہیں ۔لہذا یہ ضروری ہے کہ آپ کی طرف سے بھی دونوں زبانوں کے ماہرین شامل ہوں ۔مولانا نے نہایت بے نیازی کے ساتھ فرمایا کہ اطمینان رکھیں وہ جس زبان میں مناظرہ کریں گے میں اسی زبان میں ان کے جوابات دوں گا۔عینی شاہدین کہتے ہیں کہ مناظرہ کے لیے طے شدہ وقت سے پہلے آپ نے کئی لاریوں میں بھر کر اپنی مطالعہ شدہ ضروری کتابیں مناظرہ گاہ میں بھجوادیں تاکہ وقت ضرورت حوالے دیے جاسکیں ۔شدہ شدہ یہ خبر فریق مخالف تک جاپہنچی کہ مولانا عظیم اللہ علیہ الرحمہ نے دوران مناظرہ کتابوں کا حوالہ

دینے کے لیے لاریوں میں بھر بھر کر ڈھیر ساری کتابیں مناظرہ گاہ میں بھجوادیں ہیں ۔ یہ سنتے ہی فریق مخالف کی بے چینی اس حد تک بڑھی کہ کوئی مناظرہ کے لیے اسٹیج پر آنے کی جرأت تک نہ کر سکا اور جلسہ مناظرہ جشن فتح میں تبدیل ہو گیا۔ ۱

اسی طرح مولانا عظیم اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا علیم اللہ رحمہ اللہ بھی اپنے وقت کے بڑے ہی جلیل القدر عالم دین تھے۔آپ صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی کے خاص شاگرد اور جامعہ نعیمیہ سے فارغ التحصیل تھے۔انہیں علم حدیث پر کمال کی دسترس حاصل تھی اور مملکت خطابت کے تو جیسے وہ بادشاہ تھے۔دوران تقریر ایسے ایسے علمی نکات بیان کرتے کہ سامعین عش عش ہو جاتے اور مجمع پر رقت طاری ہو جاتی۔ ان کے علمی کمال وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنے ایک انٹر یو میں فرمایا:

’’ یہ اس وقت بنگال کی مشہور جامع مسجد ’’ناخدا مسجد‘‘ میں مفسر قرآن کی حیثیت سے رکھے گئے تھے اور قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت نکتہ رس مشہور خطیب بھی تھے، ان کی زبان نہایت سلیس تھی اور اپنی تقریروں میں اتنے علمی نکات بیان کرتے تھے کہ لوگ دور دور سے انہیں سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔وہاں کے لوگ بتاتے تھے کہ ان دنوں ابوالکلام آزاد بھی وہاں تھے اور اپنا رسالہ ’’الہلال‘‘ نکالا کرتے تھے، ان کی تقریر کی شہرت جب ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ بھی بعض دفعہ آس پاس کہیں بیٹھ کر ان کی تقریر سنا کرتے۔ ‘‘ ۲

۱۔ بعض تذکرہ نویسوں نے مولانا عظیم اللہ علیہ الرحمہ کو قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کا جد امجد قرار دیا ہے، جب کہ آپ دراصل مولانا عبدہٗ عبداللطیف علیہ الرحمہ کے سوتیلے بھائی تھے۔اس طرح مولانا عظیم اللہ علیہ الرحمہ دادا تو کہے جاتے ہیں، لیکن وہ حقیقی جد امجد نہیں ہیں۔

دیکھئے: ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، جام نور جولائی، ص:۴۷

۲۔ نفس مصدر، ص:۴۸

مولانا عظیم اللہ علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے مولانا عزیز اللہ علیہ الرحمہ بھی اپنے وقت کے زبردست عالم دین تھے۔آپ بردوان کی ایک مسجد کے خطیب اور مدرس تھے۔ان کی علمی وجاہت کے حوالے سے ایک واقعہ بڑا مشہور ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسلم لیگ کے ناظم الدین سہروردی جو کہ آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے، بنگال کے وزیر اعلی بنائے گئے۔ایک مرتبہ کسی دینی مسئلہ میں مولانا عزیز اللہ علیہ الرحمہ سے کو اسمبلی میں تقریر کرنے کی دعوت دی گئی۔اس میں شرط یہ لگا دی گئی کہ انگریزی میں تقریر کرنی ہوگی۔مولانا نے انگریزی کی تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب میں خطاب کے لیے پہنچا تو حضرت سرکار آسی اور حضرت دیوان جی مصطفیٰ رشید رضی اللہ عنھما کی طرف توجہ کی اور انگریزی زبان میں فراٹے کے ساتھ گفتگو شروع کردی۔

انہی کے بارے میں یہ واقعہ بھی شہرت دوام حاصل کر چکا تھا کہ جب رمضان المبارک کی ساعت سعید آئی اور تراویح کے لیے کسی حافظ قرآن کا اہتمام نہ ہوسکا تو کمیٹی والے بہت افسردہ ہوگئے۔ یہ دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، میں تراویح پڑھاؤں گا۔اب وہ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کرتے اور رات کو تراویح سنا دیتے۔اس طرح ایک مہینے میں انہوں نے پورا قرآن پاک حفظ کرلیا۔ ۱

تعلیم وتربیت :

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم سید پورہ کے ایک مکتب میں ہوئی۔ یہاں آپ نے قاعدہ، سیپارہ اور اردو کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔مولانا عظیم اللہ نے جب آپ کی دلچسپی دیکھی تو اپنے پاس کلکتہ بلوالیا۔ یہاں آپ نے فارسی کی گلستاں، بوستاں وغیرہ پڑھیں اور پھر واپس اپنے وطن سید پورہ لوٹ آئے۔ان دنوں آپ کے چچازاد بھائی جناب مولانا یحیٰ علیہ الرحمہ کاروباری سلسلہ کی وجہ سے دھنباد منتقل ہوچکے تھے۔ حالات قدرے

ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، جام نور جولائی، ص:۴۷

سازگار ہوئے تو آپ نے اپنے چچا شاہ عبدہ عبدالطیف رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے پاس دھنباد بلوالیا۔اس طرح قائداہل سنت علیہ الرحمہ بھی اپنے والد کی معیت میں دھنباد آ گئے ۔انہی دنوں آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا جس کا براہ راست اثر گھریلو ماحول پر پڑا اور آپ کا تعلیمی سلسلہ پوری طرح منقطع ہو گیا۔قائداہل سنت علیہ الرحمہ صغر سنی ہی میں اپنے والد صاحب کے ساتھ کتابوں کی تجارت کرنے لگے۔

ایک دفعہ کسی نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ میاں صرف کتابیں بیچو گے یا کتابیں پڑھو گے بھی ۔ یہ جملہ تیر بہدف ثابت ہوا اور آپ اپنے بابا کو بتائے بغیر ایک صبح الٰہ باد کی طرف نکل پڑے ۔اس کی وجہ یہ بنی کہ آپ کے بڑے بھائی فیض العارفین علامہ آسی پیا رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد کی مشہور درسگاہ ''مدرسہ سبحانیہ'' میں زیر تعلیم تھے۔کسی طرح مدرسہ کی دہلیز تک پہنچے اور بھائی سے ملاقات کی۔آپ کے بھائی نے شعبۂ حفظ القرآن میں آپ کا داخلہ کروادیا۔پہلی بار اپنے گھر سے نکلے تھے اس لیے حفظ قرآن کریم کے دوران مسلسل جفاکشی اور پیہم مشقت کی وجہ سے آپ کی طبیعت اچاٹ سی ہو گئی۔اسی دوران جب بریلی کی شہرت دور دور تک پہنچی تو آپ نے اپنے بھائی کی سرپرستی میں بریلی جانے کا فیصلہ کرلیا۔

مدرسہ منظر الاسلام میں :

بریلی شریف میں واقع مدرسہ منظرالاسلام سے دنیا واقف ہے۔یہ ادارہ اس وقت اپنی شہرت کی بلندیوں پر تھا۔علوم دینیہ کے پیاسے دور ودراز سے اس طرف رخ کیا کرتے تھے،تاکہ چشمہ علم وآگہی میں پہنچ کر اپنی پیاس بجھائی جاسکے۔اپنے بڑے بھائی کی معیت میں قائداہل سنت علیہ الرحمہ بھی مدرسہ منظرالاسلام کی دہلیز تک پہنچ گئے۔

بلاشبہ اس مدرسہ میں علوم وفنون کا سیل رواں بہہ رہا تھا،لیکن بیرونی طلبہ کے لیے یہاں کے حالات سازگار نہیں تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مدرسہ کے احاطے میں نہ طلبہ کی رہائش کے لیے ہوسٹل کی سہولت تھی اور نہ ہی کھانے کے لیے مطبخ کا اہتمام۔اس لیے

بیرون شہر سے آنے والے طلبہ اپنے طور پر ہی قیام وطعام کا انتظام کرلیا کرتے تھے۔ چونکہ گھر کے مالی حالات اس قابل نہ تھے کہ اپنے والد گرامی سے تعاون کی درخواست کرتے ، اس لیے اپنے طور پر ہی آپ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ حسن اتفاق کہ قریب ہی ایک مسجد میں امامت کرنے کی ذمہ داری مل گئی ۔ اس طرح عارضی طور قیام وطعام کا مشکل مسئلہ حل ہوگیا۔ اب معمول کے مطابق قائد اہل سنت نمازوں کی امامت فرماتے اور اوقات درس میں مدرسہ منظر الاسلام حاضر ہوکر اپنے اساتذہ سے علوم وفنون کی مختلف کتابیں پڑھتے ۔ اس طرح یہ سلسلہ کچھ عرصے حسن وخوبی کے ساتھ جاری رہا۔

بریلی کی شہرت اس لیے بھی تھی کہ یہاں کی سرزمین پر اس وقت حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمہ جلوہ افروز تھے، جن کے روحانی تصرفات نے دور ونزدیک کے لاکھوں افراد کو اسیر کر رکھا تھا۔ موصوف کے گرد ہمہ وقت عقیدت کیشوں کی بھیڑ لگی رہتی ۔ اس صورت حال میں تصوف وروحانیت کے جام سے سیراب ہونے والے خانوادے کا ایک فرد کس طرح مرکز عشق ومحبت کے فیض سے دور رہ سکتا تھا۔ اس لیے آپ بیک وقت اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے مدرسہ منظر الاسلام کا رخ کرتے اور روحانی تطہیر وبالیدگی سے بہرہ ور ہونے کے لیے حضور مفتی اعظم شاہ مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ فیض میں حاضر ہوجاتے ۔

اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ایک مجلسی گفتگو کے دوران فرمایا:

" منظر الاسلام میں داخلہ تو لے لیا مگر کھانے اور رہنے کا کوئی نظم نہ تھا۔ چنانچہ مجھے اعظم نگر کی مسجد میں امامت مل گئی ۔ میں وہاں امامت کرتا تھا اور کچھ کتابیں منظر الاسلام کے اساتذہ سے پڑھ لیا کرتا۔ بقیہ اوقات حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمات میں لگا رہتا اور ان کے گھر کے سامان لایا کرتا۔ " ۱

۱۔ جہان قائد اہل سنت، سہ ماہی فیضان، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۰۵ء، صفحہ ۱۲

ظاہر ہے امامت کی ذمہ داری اور خورد ونوش کے از خود اہتمام کے ساتھ ساتھ حصول علم کے لیے پوری توجہ دینا آسان نہ تھا، اس لیے طبیعت اکتا سی گئی۔ اسی کشمکش میں بریلی شریف چھوڑ دیا اور حضور سیدی حافظ ملت الشاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں چلنے والے مرکزی ادارے میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا جسے دنیا الجامعۃ الاشرفیہ کے مشہور و معروف نام سے جانتی ہے۔

الجامعة الاشرفیه میں :

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے بریلی شریف کے مدرسہ منظر الاسلام سے اپنا تعلیمی سلسلہ منقطع کر دیا اور اب آپ کا رخ مبارک پور اعظم گڑھ کی جانب تھا۔ بلا شبہ برصغیر پاک و ہند میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور مرکزی حیثیت کی حامل عظیم ترین دینی و علمی درسگاہ کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ یہاں کے فارغین کی فہرست میں علم وفن، فکر ونظر اور تحقیق وجستجو کے ایسے ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں کہ جن کی ضیا بار کرنوں سے دنیائے اسلام کا کونہ کونہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ یہی وہ درسگاہ ہے جس کے بارے میں قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان ایمان ویقین کے اجالے میں کہا کرتے تھے کہ دوسرے اداروں سے علماء پیدا ہوتے ہیں اور اشرفیہ مبارکپور سے ادارہ چلانے والے پیدا ہوتے ہیں۔

اپنی کتاب زندگی کے اس روشن وتابناک ورق کی روداد خود ان کی زبانی سنیے:

”میرے برادر معظم حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب نے مجھے مبارک پور کی شہرۂ آفاق درسگاہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں پہنچا دیا۔ میرے طالع کی ارجمندی کہیے کہ وہاں مجھے جلالۃ العلم استاذ العلماء حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوش تربیت مل گئی اور ان کے ظل ہمایوں میں ہم نے وہاں آٹھ سال گزارے۔ جب ایک سال کے لیے وہ ناگپور تشریف لے گئے تھے تو وہاں بھی مجھے خدمت میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ میرے پاس فکر وشعور اور علم وفن کی جو بھی پونجی ہے، وہ انہیں کے علمی فیضان، روحانی

توجہ اوران کی مستجاب دعاؤں کی برکت ہے۔ان کی دلنواز شفقت ورحمت نے میری فکر کو بالیدگی، میری زبان کو گویائی اور میرے قلم کوامام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے مسلک عشق وعرفان کی ترجمانی کا شرف بخشا اوران کی فکری تربیت کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ باطل قوتوں سے مجھے لڑنے کا جذبہ عطا ہوا۔ ’’ ۱

اسی ادارے میں آپ نے آٹھ سال گزارے۔اس دوران درس نظامیہ کی جملہ متداول کتابیں پڑھیں اور کمال حاصل کیا۔اسی کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے زیر سایہ ہونے والی تقریری بزموں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ دیگر ساتھیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ابتداء میں تقریریں حفظ کر لیتے اور قرب وجوار کے بڑے بڑے جلسوں میں خطاب کیا کرتے تھے۔آپ خود ہی اپنی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’ اس وقت حافظ ملت نے ایک رجسٹر تیار کر رکھا تھا جس میں وہ طلبہ کے لیے مختلف تقاریر لکھ کر رکھا کرتے تھے اور جن طلبہ کو تقریر سے دلچسپی ہوتی تھی وہ نقل کر لیا کرتے تھے۔ میں نے بھی اس رجسٹر سے کئی تقریریں نقل کی تھیں۔ ’’ ۲

قیام اشرفیہ کے دوران ہی طلبہ کے درمیان ہونے والے شعری مقابلے میں بھی آپ نے حصہ لیا۔ایک انٹرویو میں خود فرماتے ہیں کہ جب نعت کے اشعار کہہ چکا تو مقطع کہنے کی کوشش کی۔بحر کی مناسبت سے نہ نام کا پہلا حصہ ’’غلام‘‘ ہوسکا اور نہ ہی دوسرا حصہ ’’رشید‘‘ ہی جم سکا۔اسی کشمکش میں جب ’’ارشد‘‘ ذہن میں آیا تو یہ عین بحر کے مطابق تھا،لہذا اسے ہی تخلص بنالیا۔پھر جب صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہوا تو سلسلہ کی مناسبت سے ’’القادری‘‘ کا اضافہ بھی کرلیا۔بہت دنوں تک آپ اپنا نام ’’غلام رشید ارشد القادری‘‘ لکھتے رہے۔لہذا مدرسہ فیض العلوم کے ابتدائی زمانہ کے کلینڈر میں بھی آپ کا یہی نام لکھا ہوا ملتا ہے۔بعد میں اپنے قلمی نام سے اس طرح شہرت ملی کہ اصل نام پردۂ خفا میں چلا گیا۔

۱۔ سوغات رضا: ص: ۸۲

۲۔ ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، جام نور اگست ۲۰۰۶ء، ص:۴۴

اشرفیہ کے زمانۂ قیام میں اپنی لگن، جانفشانی اور دلچسپی کی وجہ سے آپ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی عنایات کے بڑے ہی قریب ہو گئے تھے۔ اشرفیہ کی چندہ مہم کے نکلنے والے جلوس میں رواج کے مطابق نظمیں پڑھی جاتی تھیں۔ موقع کی مناسبت سے آپ نے بھی بڑی ہی جذباتی نظمیں کہی تھیں، افسوس کہ وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔ حاضر باش بتاتے ہیں کہ ایک موقع پر آپ کی تحریر کردہ نظم کے اشعار اس قدر جذباتی ہو گئے کہ لوگ بار بار اسے دہرانے کی التجائیں کرتے اور دل کھول کر ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لیے امداد کرتے۔ جب حافظ ملت علیہ الرحمہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ نظم آپ نے کہی ہے تو دست شفقت رکھتے ہوئے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔

کہتے ہیں کہ ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' تو یہ مثل آپ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے آپ نہ صرف درسی کتابوں کے حوالے سے ہم سبق ساتھیوں میں ممتاز رہے، بلکہ دین اسلام کی جڑوں کو تقویت بخشنے والی سرگرمیوں میں بھی پوری دلچسپی کے ساتھ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تقریر کے میدان میں بھی آپ نے حصہ لیا۔ شعر و شاعری میں بھی اپنا وجود ثابت کیا۔ ادارہ کی تعمیر و ترقی میں بھی اپنے استاذ کے دست و بازو بنے رہے اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اظہار خوشی کے لیے علاقوں کی تزئین کاری میں بھی نمایاں رول ادا کیا۔

اشرفیہ کے زیر سایہ آٹھ سال گزارنے کے بعد ۱۹۴۴ء میں وہ ساعت سعید بھی آئی جب آپ کے سروں پر علمائے کرام نے دستار فضیلت رکھی اور اعزاز و اکرام کے ساتھ سند فضیلت سے نوازے گئے۔ ۱

۱۔ جہان رئیس القلم، ص:۲۰

عرض دوم

خدمات وسرگرمیاں

قائداہل سنت علیہ الرحمہ اپنی تنہا شخصیت میں انجمن تھے۔وہ جہاں بیٹھتے کوئی تحریک چھیڑ دیتے ،جس جگہ خیمہ زن ہوجاتے وہاں علم ودانش کا گلستاں آباد کردیتے اور جب قلم اٹھاتے تو ایوان باطل کے مضبوط وپائیدار قلعوں میں واضح شگاف ڈال دیتے۔عقل حیران ہے کہ آپ کی حیات مستعار کے کس حصہ پر انگلی رکھوں کہ اس رخ میرے ممدوح یکتائے روزگار ہیں،کس زوایہ کی جانب اشارہ کروں کہ اس جہت سے وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں،اورکس حیثیت سے آپ کا تعارف پیش کروں کہ اس رنگ میں وہ سب سے زیادہ بھلے لگتے ہیں......سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ آپ کی کتاب زندگی کے تہہ درتہہ اوراق الٹتے الٹتے انسان بے خودی کے عالم میں چیخ پڑتا ہے کہ آپ نگارخانۂ قدرت کے ایسے عظیم شاہکار ہیں جوکم ہی دنیا میں جنم لیتے ہیں۔

اب ورق الٹیے اوراپنے قائد کی خدمات وسرگرمیوں کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

مدرسہ شمس العلوم میں:

مصدقہ اطلاعات کے مطابق الجامعۃ الاشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ ناگپور تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم میں صدرالمدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز کیے گئے۔ درس وتدریس میں آپ کے انہاک کا عالم یہ تھا کہ وقت سے پہلے ہی درسگاہ میں پہنچ جاتے اور متعینہ وقت درس کے اختتام کے بعد بھی طلبہ کے درمیان بیٹھے رہتے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہاں آپ نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر ان بچوں کے لیے مدرسہ شبینہ کا آغاز فرمایا جو دن بھر مزدوری کرنے کی وجہ سے اوقات درس میں دینی تعلیم حاصل کرنے سے قاصر تھے۔ شام کے مدرسے میں بھی بیس پچیس بچے ہوجایا کرتے تھے۔ آپ کے سب سے لائق وفائق تلمیذ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اسی جماعت میں شامل تھے۔ دن بھر رزق حلال کے حصول کے لیے مزوری کرتے اور شام کو آپ کی درسگاہ میں حاضر ہوجاتے۔ فقیہ ملت علیہ الرحمہ اپنی ایک خودنوشت سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی فاتح جمشید پور اس زمانہ میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کے صدرالمدرسین تھے۔ صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے اور رات کے ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ بیس پچیس لڑکے ان سے رات میں پڑھتے تھے۔ میں بھی بعد مغرب کھانے کے بعد پڑھنے کے لیے حاضر ہوجاتا اور گیارہ بارہ بجے رات تک پڑھتا۔"[۱]

مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم ناگپور میں ہی آپ اپنی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ اتنے میں آپ کے مربی ومعلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا گرامی نامہ موصول ہوا، جس میں آپ سے دینی ضرورتوں کے پیش نظر فوری طور پر جمشید پور منتقل ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔

۱۔ انوار الحدیث: فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی، ص:۵۰۱

مدرسہ فیض العلوم کا قیام :

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا گرامی نامہ دیکھتے ہی آپ نے ادارہ کے اراکین کو جمع کیا اور پر درد لب و لہجے میں جمشید پور کے مذہبی ناگفتہ بہ حالات سے انہیں واقف کرایا۔ان تمہیدی کلمات کے بعد آپ نے اپنے استاذ گرامی علیہ الرحمہ کا جماعتی درد وکرب میں ڈوبا ہوا مکتوب ان کے سامنے رکھا۔ مدرسہ کے ذمہ داران سکتے میں آ گئے ۔کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپ ادارہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔سبھوں نے بیک زبان منت سماجت کی اور قیام کے بدلے ہر طرح کی قربانی دینے کی پیشکش بھی کی ،لیکن اپنے استاذ گرامی کے اشارۂ ابرو پر اپنی متاع حیات قربان کر دینے کا جذبہ صادقہ رکھنے والے ایک وفا کیش شاگرد سے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے مربی ومعلم کی دلی خواہش پر اپنے احباب کی رضا پر ترجیح دیتے۔لہذا ان کی مفاہمانہ گزارشات کو معذرت کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جمشید پور کے لیے روانہ ہو گئے ۔

جمشید پور میں چونکہ اہل سنت و جماعت کا کوئی ادارہ نہیں تھا،اس لیے اپنے عارضی مستقر کے لیے برمامائنس کی ایک مسجد میں ٹھہر گئے ۔اب روز کا معمول یہ تھا کہ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ نکل پڑتے اور شام تک جمشید پور کی مسلم آبادیوں کی خاک چھانتے رہتے۔ آپ کی تگ ودو، جانفشانی اور جہد مسلسل کبھی پیدل ہوتی اور کبھی سائیکل پر۔اسی کشمکش میں دن کٹتے رہے کہ ایک دن دھتکیڈیہہ کے ایک گلیارے سے گزرتے ہوئے آپ کے قدم ایک صاحب کے دولت کدے پر رک گئے ۔نگاہ اٹھائی اور چوکھٹ پر لکھی ہوئی عبارت بغور پڑھی۔ایمان ویقین کے اجالے میں آپ نے پڑھا کہ ’’یا سلطان الہند غریب نواز المدد‘‘۔ بس کیا تھا ایک اجنبی خوشی سے چہرہ دمک اٹھا اور کشادہ پیشانی فرحت وانبساط کی نورانی کرنوں سے منور ومجلی ہوگئی۔ بغیر کسی تاخیر کے دستک دی۔ایک نوجوان باہر آیا۔آپ نے سلام ومصافحہ کیا اور پوچھا کہ گھر کے ذمہ دار سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ۔نوجوان نے

جواب دیا کہ میرے ابو ضمیر صابری صاحب ابھی گھر پر نہیں ہیں۔ وہ ڈیوٹی پر گئے ہیں، رات دیر گئے ان کی واپسی ہوگی، لہذا اب کل ہی ان سے ملاقات ہو سکے گی۔

دوسرے دن قائد اہل سنت علیہ الرحمہ اپنے دلوں میں دین وسنت کی خدمت کی آرزو سجائے ہوئے موصوف کے دروازے پر حاضر ہو گئے۔ دستک دیتے ہیں، صاحب خانہ تشریف لائے۔ سلام اور رسمی گفتگو کے بعد اپنا تعارف کروایا اور مقصد کے ساتھ گہری وابستگی رکھنے والے ایک سپاہی کی طرح فوراً ہی اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا کہ کل ہم نے اس راہ سے گزرتے ہوئے آپ کی چوکھٹ پر بارگاہ اولیاء کے ساتھ وابستگی پر اشارہ کرنے والی مسحور کن عبارت ''یا غریب نواز'' لکھی دیکھی تھی۔ اس لفظ میں کچھ ایسی شناسائی تھی کہ دل کھنچتا ہی چلا گیا اور اس یقین کے ساتھ حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے تعاون سے اس علاقے میں ایک مدرسہ قائم ہو سکے تا کہ شہنشاہ اجمیر غریب نواز علیہ الرحمہ کے مشن سے لوگ متعارف ہو سکیں۔ ابھی یہ گفتگو چل ہی رہی تھی کہ ضمیر الدین صابری بول پڑے کہ آپ کے مشن سے مجھے سو فیصد اتفاق ہے، لیکن مدرسہ چلانے کے لیے جو مطلوبہ وسائل ہیں، ان کی فراہمی سر دست مشکل نظر آرہی ہے۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں، میں آپ پر وسائل کی فراہمی کے لیے کوئی ذمہ داری نہیں ڈالنا چاہتا۔ بس اتنی سی اجازت چاہیے کہ میں آپ کے گھر کے بیرونی دالان میں بچوں کی تعلیم کا آغاز کر سکوں اور یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا مشن کسی بھی قسم کے مالی تعاون کے لیے آپ پر بوجھ نہیں بنے گا۔ اس طرح بے سروسامانی کے عالم میں مدرسہ فیض العلوم کی تحریک کا آغاز ضمیر الدین صابری کے دالان میں ہو گیا۔ جب علاقے کے لوگوں نے آپ کی محنت، لگن اور دلچسپی دیکھی تو دھیرے دھیرے آپ کی تحریک سے جڑتے گئے۔

کچھ عرصے بعد آپ نے ادارہ کی مستقل عمارت کے لیے زمین کی کوشش شروع کر دی۔ اللہ کے فضل وکرم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات سے ٹاٹا اسٹیل کمپنی کے ذریعہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل ہو گیا۔ اس طرح علم وحکمت کی ترویج

واشاعت کا وہ پودا جسے ۱۹۵۲ء کھلے آسمان کے نیچے لگایا گیا تھا، آج اس قدر تناور، گھنا اور وسیع وعریض ہوگیا ہے کہ جس کے سائے میں شمالی ہند کی مسلم آبادیاں اپنے شب وروز گزار رہی ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ شمالی ہند میں اہل سنت وجماعت کی جو بھی خدمات ہوئیں ہیں، اس کے تانے بانے کسی نہ کسی شکل میں مدرسہ فیض العلوم ہی سے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو اطراف وجوانب کے علاقے پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالیئے اور دن کے اجالے میں ماتھے کی آنکھ سے مساجد، مدارس اور تحریک وتنظیم کے نہ ختم ہونے والے مربوط سلسلوں کو دیکھئے اور یہ جاننے کی کوشش کیجیے کہ ان کے قیام کے پس پردہ محرکات کیا تھے؟ وہ کون سے مرکزی عوامل تھے جن کے زیر اثر علم ودانش کے یہ فلک بوس قلعے معرض وجود میں آگئے؟ آپ نتائج کے ظہور پر عالم بے خودی میں چیخ پڑیں گے کہ یقیناً یہ سب اسی ادارے کے فیوض وبرکات کی جھلکیاں ہیں جسے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے فیض العلوم کی شکل میں قائم کیا تھا۔

یہ پہلا ادارہ تھا جو آپ کی شبانہ روز جدوجہد کے نتیجے میں زمین کے سینے پر قائم ہوا۔ اس کے بعد عالم یہ تھا کہ جب بھی کہیں گئے، لوگوں کو دینی شناخت کے ساتھ زندہ رہنے کی تلقین کی اور انہیں یہ باور کرایا کہ ہندوستان کی سرزمین پر حکومت سے دین اسلام کے استحکام کی امید نہیں رکھی جاسکتی، بلکہ آباء واجداد کی متوارث کوششوں کے ذریعہ جو دین متین ہمیں ملا ہے، اسے بچانے کے لیے ہر علاقے میں دینی مدارس کا قیام نہایت ہی ضروری ہے۔ اور پھر حاضر باش گواہ ہیں کہ آپ کی تحریک وقیادت میں وہاں جلد ہی کوئی نہ کوئی دینی ادارہ قائم ہوجاتا۔ اس حوالے سے دہلی کی فتح پوری مسجد کے شاہی امام حضرت مفتی مکرم صاحب کے عینی مشاہدات انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے تاکہ میرے اس قول کی صداقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوجائے۔ موصوف قائد اہل سنت کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کیشی کا خراج پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں علامہ کے ساتھ ایک پروگرام میں گوالیار میں شریک تھا۔ علامہ صبح پہنچ گئے تھے

اور میں ظہر کے بعد پہنچا تھا۔علامہ نے گرمجوشی کے ساتھ احقر کا استقبال کیا۔معانقہ فرمایا اور حاضرین کے سامنے میرا شاندار تعارف کرایا۔ یہ ان کی کرم نوازی اور ذرہ نوازی تھی جس پر میں ان کا مشکور ہوں ۔انہوں نے ہر موقع پر احقر کو گرمجوشی سے خوش آمدید کہا اور حاضرین کے دلوں میں میری عظمت راسخ کی ۔

گوالیار میں شام کو بعد عصر ایک جگہ چائے پر جانا تھا۔وہ جگہ کچھ فاصلہ پر تھی ۔ہم کار میں سوار تھے۔علامہ صاحب میزبان سے ہر ہستی کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے۔ یہاں کتنے مسلمان ہیں، تعلیم یافتہ ہیں یا غیر تعلیم یافتہ ،ان کے کاروبار کیا ہیں،ان کے شوق کیا ہیں، یہاں کتنی مسجدیں ہیں، کتنے مدرسے ہیں، کتنی کتنی دور پر قائم ہیں، کیا نظام ہے، بچوں میں تعلیمی رجحان کیسا ہے،سروسز میں مسلمان کتنے ہیں،اہم عہدوں پر کون لوگ فائز ہیں وغیرہ وغیرہ؟ آپ اندازہ لگالیا کرتے تھے کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان کس حالت میں ہیں..جب ہم گاڑی سے اترے تو وہاں آپ نے چاروں طرف نظر ڈالی،میزبان کے گھر پر تشریف لے گئے،میرا تعارف کرایا اور باتوں باتوں میں انہیں تیار کرلیا کہ یہاں مدرسہ قائم کیا جائے ۔وہ لوگ راضی ہوگئے ۔علامہ نے فوراچائے پینے کے بعد اس علاقہ میں چہل قدمی شروع فرمادی اور یہ اندازہ فرمانے لگے کہ مدرسہ کس جگہ پر قائم کرنا مفید ہوگا۔ ’’ ا

ایسا نہیں ہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ہر جگہ صرف علاقے کے لوگوں کے دینی جذبات بیدار کرکے ہی ادارے قائم کیے ہوں ، بلکہ کہیں کہیں تو جان جوکھم میں بھی ڈالنی پڑی ہے،تب جا کر کہیں ظلمت وتاریکی میں ڈوبی ہوئی آبادیوں میں ایمان ویقین کی شمعیں روشن ہوسکی ہیں۔اس حوالے سے رانچی کے ایک عینی شاہد جناب مولانا قاری جان محمد صاحب قاضی شہر رانچی کی زبانی اس افسوسناک اور دردوالم میں ڈوبے ہوئے حادثہ کی روداد سنیے جس کی کسک نے رانچی میں ’’اسلامی مرکز‘‘ نامی ایک مرکزی ادارے کے قیام کی راہیں کشادہ کردیں۔

ا۔جام نور دہلی،رئیس القلم نمبر، ص:۲۵۸

"موصوف بیان کرتے ہیں کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کو ایک بار رانچی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے میں خطابت کی دعوت دی گئی۔ حضرت نے ہماری دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا اور وعدے کے مطابق تشریف لے آئے۔ اس زمانے میں خال خال کہیں عید النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بزمیں آراستہ ہوتی تھیں، اس لیے حضرت کی شرکت کی وجہ سے لوگوں کے جذبات تلاطم دیدنی ہوگیا۔ دور دور سے لوگ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ وقت مقررہ پر حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے اچھوتے لب و لہجے میں بڑی ہی نفیس گفتگو فرمائی۔ اختتام جلسہ سے قبل اکابرین کے معمولات کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لیے جوں ہی عشاق مدینہ کھڑے ہوئے ،فرقہ ضالہ سے تعلق رکھنے والے چند شرپسند نوجوان تیزی کے ساتھ اسٹیج پر چڑھ دوڑے اور آتے ہی مائک پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ درود وسلام کی نغمہ سنجیوں کا پر کیف سلسلہ درہم برہم کیا جاسکے۔ یہ حادثہ اس قدر غیر یقینی اور منصوبہ بند تھا کہ کسی کو مزاحمت کا کوئی موقع تک نہ مل سکا۔ بہر کیف بڑی مشکلوں سے محفل کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا گیا اور کسی طرح پروگرام اختتام پذیر ہوگیا۔" [۱]

موصوف کے بیان کے مطابق اس حادثے کے بعد قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا، جسے ہم سب "اسلامی مرکز" کے نام سے جانتے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے قائم کردہ اداروں کی فہرست میں اکثریت ان کی ہے، جن میں آپ نے بنفس نفیس مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ ان اداروں کی ضرورتوں کے پیش نگاہ زمین کی فراہمی کے لیے تگ ودو سے لیکر تعمیر کے لیے مالی معاونت کی تحریک میں حصہ، اپنے اثرورسوخ والے علاقوں میں دورہ کرکے ادارہ کی تعمیر کے لیے اصحاب ثروت سے دردمندانہ اپیلیں اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ہر ہر قدم پر علاقے کے ذی اثر افراد کے شانہ بشانہ لگے رہے۔

۱۔ ذاتی گفتگو مع مولانا قاری جان محمد صاحب رانچی، بتاریخ ۲۸/جنوری ۲۰۱۰ء

ادارہ شرعیہ پٹنہ :

''ادارہ شرعیہ'' قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی فکری، تنظیمی اور تربیتی صلاحیتوں کا عظیم الشان شاہکار ہے۔ یہ کوئی عام سا علمی دانشکدہ نہیں بلکہ ہندوستان میں عقائد حقہ کے تحفظ اور دینی معمولات وروایات کے ساتھ سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ دینے والی ایک تحریک کا نام ہے، جس نے اہل سنت و جماعت کی ڈوبتی ہوئی رگوں میں حیات نو کی حرارت پیدا کردی۔ دراصل تقسیم ہند وپاک کے بعد ہندوستان کی سرزمین پر رہ جانے والے مسلمان ٹوٹ گئے تھے۔ ان کے اندر اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اپنی دینی روایات کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے کوئی مؤثر اقدام کرسکیں۔ ایک طرف مسلمانوں کے ذی اثر، ہوشمند اور تعلیم یافتہ طبقے سے تعلق رکھنے والے بڑی تعداد میں ملک چھوڑ رہے تھے تو دوسری طرف فرقہ وارانہ فسادات نے انہیں اندر سے کھوکھلا کر رکھا تھا۔ عجیب ذہنی کشمکش کا دور تھا۔ بے یقینی کی مسموم فضا نے جینے کا حوصلہ تک پست کر دیا تھا۔ ایسے نازک ماحول میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے سیوان کی سرزمین پر'' بہار صوبائی سنی کانفرنس'' کے بینر سے ایک کل ہند کانفرنس کی تحریک چھیڑ دی۔ اس تاریخی کانفرنس میں ہندوستان کے طول وعرض سے اکابرین اہل سنت، مشائخین عظام اور ذی اثر عمائدین کے ساتھ ساتھ لاکھوں کی تعداد میں پورے حوصلہ اور امنگوں کے ساتھ لوگوں نے شرکت کی۔

اس کانفرنس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے'' ہاتف ویکلی'' کے ایڈیٹر جناب شین مظفر پوری کی لکھی ہوئی روداد کا یہ حصہ پڑھیے۔ موصوف لکھتے ہیں:

'' ہمارے بعض مفکرین پر قنوطیت کا کچھ ایسا غلبہ ہوا ہے کہ ہوش میں آنے کی طرف سے قطعی مایوس نظر آتے ہیں ان کے خیال میں مسلمانوں پر غفلت اور شکست خوردگی نے ایسی غنودگی طاری کر دی ہے کہ ان کو شور قیامت بھی بیدار کرنے سے قاصر ہو رہا ہے۔ ان مسلمانوں کو یا تو اب ظہور مہدی کا انتظار ہے یا وہ غیب سے کسی ایسے سامان کے منتظر ہیں جو

گردش ایام کی شکست وریخت سے ان کو بچا سکے اور جو اس ظلمت میں ان کے لئے روشنی کی کرن ثابت ہو سکے۔ مگر مسلمانوں کے فکر وشعور اور ہمت وولولہ کی طرف سے اس درجہ مایوسی خلاف واقعہ بھی ہے اور خلاف مصلحت بھی۔ ساحل پر پہنچ کر سفینہ پھونک ڈالنے والی ملت کو اس قدر ہراساں اور ناامید ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے مذہب نے زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ رجائیت اور عمل و جہد کا تصور ہے۔ مسلمان کا کردار اور شعار تو یہ ہے کہ وہ آغاز اپنی طرف سے کرتا ہے اور انجام اللہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ قبل از وقت انجام سے مایوس ہو کر عمل وحرکت کو ترک کر دینا انہیں کا شیوہ ہوسکتا ہے جو آغاز وانجام دونوں ہی کا مالک اپنے آپ کو سمجھتے ہوں۔ شرط صرف یہ ہے کہ مقصد نیک ہو اور مقصد کے پالینے کا راستہ بھی اچھا ہو۔ پھر تو ناکامی میں بھی کامرانی کا پیغام پوشیدہ ہوتا ہے۔ ناکامی کے بعد منزل ملتی تو نہیں مگر قریب ضرور آجاتی ہے۔ اس طرح ہر ناکامی منزل کی مسافت کو کم کرتی رہتی ہے اور بالآخر ایک دن منزل کارواں کے قدم چوم لیتی ہے۔ تبھی تو کہتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔

یہی وہ انداز فکر ہے جس نے ہمارے بعض مفکرین وعمائدین کے دل میں بہار صوبائی سنی کانفرنس کے انعقاد کا خیال پیدا کیا۔ یہاں سے ہمارا ایک نیا کارواں۔ ایک نیا قافلہ جادۂ پیماں ہوا ہے۔ اگر میر کارواں اور سالار قافلہ موجود ہو تو کارواں بھی بن جاتا ہے اور اہل قافلہ بھی مل جاتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ؎ راہرو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ اسی جذبۂ مستانہ نے عظیم الشان اور فقید المثال صوبائی سنی کانفرنس کے خواب کو حقیقت بنا کر دکھا دیا۔ آزادی کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے کہ کسی کانفرنس یا اجلاس کے موقعہ پر تین روز کے لئے دولاکھ سے بھی زیادہ مسلمان ملک کے گوشے گوشے سے پہنچ کر اکھٹے ہوئے ہوں۔

اجتماعیت کا یہ جوش وخروش بے معنی نہیں ہے بلکہ ایک نئی امید اور نئے آغاز کی نشاندہی کرتا ہے۔ بہار صوبائی سنی کانفرنس نے کم از کم اس بات کا ثبوت تو پیش کر ہی دیا کہ اسلامیان ہند میں ابھی جان بھی باقی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی حرارت کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اپنے لئے شایان شان مقام اور باوقار زندگی گزارنے کی تڑپ بھی موجود ہے

اپنی شیرازہ بندی اور ملی تعمیر کے لئے وہ آج بھی صالح قیادت کے خواہاں اور منتظر ہیں۔ انہیں احساس ہے کہ آج وہ یہاں حالات کی تیز آندھی میں چراغ جلا کر زندگی گزار رہے ہیں اسلئے وہ ملک کے ماحول کو اپنے لئے سازگار بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہیں تاکہ وہ ملت کے ساتھ ساتھ ملک کی تعمیر وترقی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے مواقع حاصل کرسکیں۔ ملک کی جو آمرانہ قوتیں انکی ترقی کی راہوں میں حائل ہیں اور جو انہیں شانہ بہ شانہ اور قدم بہ قدم چلنے سے باز رکھتی ہیں ان سے لوہا لینے کا جذبہ بھی ان کے اندر موجود ہے۔ بس ایک صالح قیادت کی کمی ہے جس کو پورا کرنے کی طرف صوبائی سنی کانفرنس کا انعقاد پہلا قدم تھا۔ اس کانفرنس کا یہ خیال صحیح ہے کہ اگر مسلمانوں کے دینی اور ملی امور سدھر جائیں تو باقی راستے خود بخود کھل جائیں گے اور ''ادارۂ شرعیہ بہار'' قائم کرکے گویا اسی سمت میں ایک بنیادی عملی قدم اٹھایا گیا ہے۔'' [1]

میں سمجھتا ہوں کہ ادارۂ شرعیہ کے قیام وبنا کے حوالے سے مندرجہ بالا رپورٹ اس قدر جامع ہے کہ مزید میرے لیے کچھ لکھنا کسی طور مناسب نہیں۔

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء:

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء آپ کی سرگرم اور فعال ومتحرک زندگی کی آخری علامت ہے۔ نام کے اعتبار سے یہ ایک عام سا دینی وملی ادارہ محسوس ہوتا ہے، لیکن اس کے قیام کے پس پردہ مقاصد پر نگاہ ڈالیے تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح آشکار ہو جائے گا کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے سنی مدراس کے فارغین علمائے دین کو اس جامعہ کے ذریعہ ایک نئے عہد میں داخل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بہتر ہوگا کہ خود قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی زبانی ہم اس کے سبب قیام کی روداد سنیں۔

۱۔ خطبات استقبالیہ، ص: ۲۴، ۸۲

” یہ احساس بھی ہمارے دلوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہا ہے کہ آج کی دنیا میں ہم دن بہ دن غیر اہم اور غیر ضروری ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے اندر ایسے علماء کا تقریباً فقدان ہے جو انٹرنیشنل زبانوں پر عبور رکھتے ہوں اور جن کے اندر نئی دنیا کی قیادت کی بھرپور صلاحیت ہو۔

وسائل کے فقدان کے ہی نتیجے میں ہم عرب کے بائیس ملکوں کے ساتھ اب تک کوئی جماعتی رابطہ قائم نہیں کر سکے جب کہ ان ملکوں کی غالب ترین اکثریت عقائد و روایات کے اعتبار سے ہم سے بہت زیادہ قریب ہے۔ عرب ملکوں کے ساتھ اگر جماعتی اور فکری رابطہ قائم ہو گیا ہوتا تو علوم و افکار اور جذبات و احساسات کے تبادلے کی بہت ساری راہیں کھلتیں۔ باہمی تعلقات کے نئے نئے رشتے قائم ہوتے اور ہمارے علماء کو اپنی علمی اور فکری صلاحیتوں کے استعمال کے لیے ایک نہایت وسیع میدان ہاتھ آتا، لیکن اپنی غفلت اور بے حسی کا ماتم ہم کن لفظوں میں کریں کہ اس بنیادی ضرورت کی طرف آج تک ہماری توجہ مبذول نہیں ہوئی۔

اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی ہمارے لیے کم عبرت انگیز نہیں ہے کہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے ان سارے ملکوں میں جہاں کی مادری زبان انگریزی ہے وہاں اہل سنت کے سینکڑوں چھوٹے بڑے دینی مراکز قائم ہیں جن میں ایسے علماء (ائمہ اور اساتذہ) کی سخت ضرورت ہے جو انگریزی زبان پر عبور رکھتے ہوں اور ساتھ ہی ان کے اندر دینی علوم میں گہری بصیرت اور جدید ذہن کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت بھی ہو۔ لیکن افسوس کہ ضرورت کے باوجود ایسے افراد ہم اب تک تیار نہیں کر سکے۔

آج ہماری درسگاہوں سے جو علماء فارغ ہو رہے ہیں ان کے پاس اپنے معاش کے لیے صرف تین ہی ذرائع ہیں مساجد، مدارس اور وعظ و تقریر کا منبر، ان میں جو کم صلاحیت لوگ ہیں وہ مسجدوں کا رخ کرتے ہیں۔

جو علمی استعداد رکھتے ہیں وہ درسگاہوں کی طرف جاتے ہیں اور جو بہت زیادہ

باشعور، بلند حوصلہ اور صاحب علم وفکر ہیں وہ اسٹیج کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں۔ اپنی شہرت کی وجہ سے یہی طبقہ عوام میں جانا پہچانا جاتا ہے اور قوم وملت کے لیے کچھ سوچنے اور کچھ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ لیکن ان کی زندگی بہتے پانی کی طرح ہر وقت رواں دواں رہتی ہے۔ مسلسل اسفار کی وجہ سے انہیں قرار ہی نہیں ملتا ہے کہ وہ کسی تحریک کی قیادت کے لیے وقت نکال سکیں۔

یہی وہ اسباب ہیں جنھوں نے ہمیں لامرکزیت کی طرف ڈھکیل دیا ہے اور ہم بکھری ہوئی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسی قوم ہوگی جس کے افراد شمار میں سب سے زیادہ ہونے کے باوجود اثر کے لحاظ سے بالکل غیر اہم ہو گئے ہوں۔

ان حالات میں ہم نے شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ دنیا کی ایک موثر طاقت بننے کے لیے ہمیں ایسے افراد کی سخت ضرورت ہے جو زبان قلم اور دماغ کی ان ساری صلاحیتوں سے آراستہ ہوں جن کی عہد جدید کو ضرورت ہے۔ فکری اور لسانی تربیت کے ذریعہ اگر ہم نے ایسے افراد تیار نہیں کیے تو نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بیرون ملک بھی ہمارا رشتہ ترقی یافتہ دنیا سے کٹ جائے گا اور ہم رفتہ رفتہ تاریخ کے گمشدہ اوراق کا حصہ بن جائیں گے۔

اسی احساس کے نتیجے میں ہم نے اپنے جماعتی نظام کو عصر حاضر کے علمی اور فنی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ''جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء'' کے نام سے دہلی میں ایک تربیتی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا اور اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قریب ذاکر نگر کی مسلم آبادی میں سب سے پہلے زمین حاصل کی اور اس پر پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کا کام اللہ ورسول کے بھروسے پر شروع کر دیا۔

خدا کا شکر ہے کہ سخت مشکلات کے باوجود دردمند مسلمانوں کے تعاون سے صرف دو سال میں تعمیر کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ کام بالکل نیا تھا اس لیے نصاب تعلیم سے لے کر نظام تعلیم تک فکری، لسانی اور تبلیغی تربیت کا سارا نظری اور عملی خاکہ خود ہمیں اور ہمارے رفقاء کو تیار کرنا پڑا۔ ’’ [1]

یہ ہے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے معرض وجود میں آنے کی داستان جسے آپ نے بانئ جامعہ ہی کی زبانی سن لیا۔ یہ صرف جامعہ کے قیام کی تاریخ نہیں، بلکہ اس کے بین السطور میں چھپے ہوئے جماعتی زبوں حالی پر درد کی ٹیس سے تڑپتی ہوئی حسرتوں کا سراغ لگائیے اور ہو سکے تو تنہائی میں بیٹھ کر قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ والرضوان کی فلک پیما ہمتوں کی داد دیجئے۔

ورلڈ اسلامک مشن کا قیام:

بلا شبہ برصغیر کے سرکردہ علمائے کرام ہر دور میں دین کی تبلیغ و اشاعت اور اصلاح امت کے جذبے میں بیرونی دنیا کا سفر کرتے رہے ہیں۔ ماضی بعید کے ان مجاہدین اسلام میں سب سے اہم نام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کا ہے، جن کی مساعی جمیلہ سے دسیوں ملکوں میں اسلام کی روشنی پہنچی اور دنیا کے کئی دوسرے ممالک میں مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آیا، نیز آپ کے قدموں کی برکتوں سے کئی علاقوں میں اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے تنظیمیں بھی قائم ہوئیں۔

ان حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود، اس طرح کی خدمات کا دائرہ انفرادی نوعیت تک ہی محدود رہا۔ ۱۹۷۲ء میں پہلی بار برصغیر کے علمائے کرام نے مدینہ منورہ کی ایک نشست میں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت محسوس کی جس کا دائرہ کار برصغیر ہند و پاک تک محدود نہ ہو، بلکہ دنیا کے دور دراز خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی اس سے جوڑا

۱۔ تعارف جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، ص: ۳۰،۴

جا سکے اور اس طرح کافی غور وخوض کے نتیجے میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی بنیاد پڑی۔
مدینہ منورہ کی یہ مبارک نشست جن مقدس علمائے کرام کی شرکت سے سرفراز ہوئی، ان میں قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اور سفیر اسلام علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اسی نشست میں سفیر اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کو تنظیم کا صدر اور قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کو جنرل سکریٹری بنایا گیا۔

''ورلڈ اسلامک مشن'' کے قیام کے بعد عملی سطح پر اس کے تعارف کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ اسی دوران قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے محترم قاری اسمٰعیل ٹنکاروی کے دعوت پر انگلینڈ کا تبلیغی و اصلاحی دورہ کیا۔ اسے حسن اتفاق کہیے کہ تنظیم کے صدر علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ بھی انگلینڈ تشریف لائے۔ آپسی مشاورت کے بعد یہ پایا کہ ورلڈ اسلامک مشن کو آفاق کی پہنائیوں تک پہنچانے کے لیے تنظیم کے قائدین کا ایک عالمی دورہ ہونا چاہیے۔

اس دورہ کی جزوی تفصیلات بتاتے ہوئے ''روزنامہ جنگ'' لکھتا ہے:

'' صدر ورلڈ اسلامک مشن کی حیثیت سے ۱۹۷۵ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے مولانا عبد الستار خاں نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ ارشد القادری، پر مشتمل وفد کی قیادت کرتے ہوئے امریکہ، افریقہ اور یورپ کا دورہ کیا۔ مکہ مکرمہ و مدینہ کی حاضری او رج وزیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہ وفد جدہ، نیروبی اور کینیا پہنچا۔ افریقہ کے مختلف ممالک کا ۱۸ روزہ تبلیغی دورہ کرنے کے بعد یہ وفد برطانیہ روانہ ہو گیا، جہاں دو ہفتے قیام کے بعد وفد نے امریکا، جنوبی امریکہ، کینڈا، مغربی جرمنی، اسپین، تیونس، لیبیا، الجزائر، مصر اور ترکی کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورہ میں مولانا اور ان کے وفد نے ایک لاکھ میل سے زائد کا سفر طے کیا اور ۶۰۰ سے زائد تقریریں کیں۔ '' [۱]

اس طرح ورلڈ اسلامک مشن دنیا کے بہترے خطے میں پہنچ گیا اور تبلیغ و اصلاح کے میدان میں ایک ہمہ گیر جماعتی انقلاب کی فضا پیدا ہو گئی۔

۱۔ روزنامہ جنگ، ۱۲؍دسمبر ۲۰۰۳ء

چونکہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے کندھوں پر ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے کئی ایک مدارس، مساجد اور تنظیموں کی قیادت کی ذمہ داری تھی، لہذا مفکر ملت حضرت علامہ قمر الزماں مدظلہ العالی کے حق میں سکریٹری کے عہدے سے دستبردار ہو گئے، لیکن مشن کے ذمہ داروں کے پیہم اصرار پر مرکزی نائب صدر کا عہدہ قبول فرمالیا۔ اس طرح ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے ساتھ آپ کا رشتہ محبت آخری دم تک قائم رہا۔

اسلامک مشنری کالج کا قیام:

انگلینڈ میں قیام کے دوران آپ نے محسوس کیا کہ دنیا میں انگلینڈ کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے کہ اس ملک نے دنیا پر حکومت کی ہے۔ لہذا کفر وضلالت کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی مغربی دنیا میں دین اسلام کی شمعیں روشن کرنے کے لیے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے مرکزی آفس یہیں ہونا چاہیے۔ احباب سے مشورہ کرنے کے بعد جگہ کی تلاش کی مہم جنگی پیمانے پر شروع ہوگئی۔

رفقاء کار بتاتے ہیں کہ خوش قسمتی سے انگلینڈ کے شہر بریڈفورڈ میں ایک چرچ بک رہا تھا، جو رقبے کے لحاظ سے اچھا خاصا بڑا تھا۔ اس کی عمارت میں اسکول کے لیے کمرے، باورچی خانہ، نماز کے لیے ہال اور آفس کے کمرے بھی تھے۔ ہم نے اسے دیکھا لیکن قیمت اتنی تھی کہ ہمت نہ ہوئی، اتنے میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ایمان ویقین کی گہرائی میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم اسے ہی خریدنا چاہتے ہیں۔ مجھے دوپہر کی دھوپ میں نکلے ہوئے سورج کی طرح یقین ہے کہ اللہ کی نصرت وحمایت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات بے پایاں سے مطلوبہ رقم کا انتظام ہو جائے گا۔

چند سال قبل جب میں انگلینڈ کے دورے پر تھا تو میری ملاقات بولٹن میں حضرت مولانا حنیف صاحب سے ہوئی۔ ان کی بیان کردہ روایت سے معلوم ہوا کہ مطلوبہ رقم کی فراہمی کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا گیا۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی قیادت میں

علمائے کرام کا وفد اطراف و جوانب کے شہروں کا سفر کرتا اور لوگوں کو مغربی دنیا میں اسلام کے استحکام کے لیے دینی ادارے کے قیام کی ضرورتوں کا احساس دلایا جاتا۔ اسی طرح کے ایک سفر کا واقعہ مولانا موصوف بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

" اس زمانے میں یہ اتنی بڑی رقم تھی کہ ہم سب مل کر بھی اپنے حلقہ اثر سے اسے اکٹھا نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی تجویز پر ہم سب آس پاس کے شہروں میں نکل پڑے۔ اس دوران قدم قدم پر مصائب و آلام اور ذہنی کرب و درد کے دور سے ہم سب گزرے۔ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ایک مسجد میں ہم نے چندہ کی اپیل کی۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کا نام سنتے ہی ایک صاحب کھڑے ہوگئے اور علم غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے سوال کر دیا۔ آپ نے دلائل و براہین کے ساتھ علمائے اہل سنت کے موقف کی وضاحت کی اور واقعات و شواہد کے ذیل میں اسے سمجھایا۔ وہ اڑیل قسم کا انسان مستقل سوالات پر سوالات کرتا جاتا اور آپ اسے حکمت و دانائی کے ساتھ جواب دیتے جاتے۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ ہم سب تھک سے گئے، لیکن آپ کی ہمت تھی کہ ڈٹے رہے۔ اتنے میں وہ شخص کہہ پڑا کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی جانے والی تہمت سے فکر مند کیوں رہے؟ اتنا سننا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ غضب ہو گیا اب بات ہم سبھوں کی ماں تک پہنچ گئی۔ دینی غیرت و حمیت اگر زندہ ہے تو کم از کم ہمیں مؤمنوں کی ماں کے حوالے سے ایسی پراگندہ فکر نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ کہتے ہی سارے مجمعے نے بیک زبان اس کی مذمت کی اور اس طرح یہ مباحثہ ختم ہوا۔ "

کئی ماہ کی پیہم جدو جہد کے بعد مطلوبہ رقم اکٹھی کی گئی اور بریڈفورڈ کا مذکورہ بالا چرچ خرید لیا گیا۔ تیزی کے ساتھ اس کی تزئین کی گئی اور مسجد کے ساتھ ساتھ " اسلامک مشنری کالج " کی بنیاد ڈالی گئی۔

ا۔ ذاتی گفتگو مع حضرت مولانا حنیف صاحب بولٹن، انگلینڈ

مفکر ملت علامہ قمر الزماں اعظمی کے مطابق اسلامک مشنری کالج برطانیہ میں مسلمانوں کا پہلا ادارہ تھا جسے تعلیمی سنٹر کی حیثیت سے حکومت برطانیہ نے رجسٹر کیا تھا۔ یہاں پر عصری تقاضوں کے پیش نظر دینی علوم کا ایک جدید نصاب تیار ہوا اور اس کے مطابق تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آج بھی اس کی پرشکوہ عمارت دور سے ہی لوگوں کو دعوت نظارہ دیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جامعہ مدینۃ الاسلام ہالینڈ:

ہالینڈ بہت دنوں تک شمالی امریکہ کے ملک سرینام پر قابض رہا۔ اسی لیے دونوں ممالک ایک دوسرے سے بہت قریب رہے۔ سرینام کے مسلمانوں کی اکثریت ہندوستان سے ہجرت کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ یہ سرینامی مسلمان بڑی تعداد میں ہالینڈ آئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ان میں بڑی عمر کے لوگ اب بھی اردو زبان نہ صرف سمجھ لیتے ہیں، بلکہ بہت حد تک بول بھی لیتے ہیں۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے جب ہالینڈ کا دورہ کیا تو انہیں یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ سرینام سے منتقل ہونے والے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور دینی معمولات بہت تیزی کے ساتھ تبدیل ہورہے ہیں۔ لہذا مزاج کے مطابق علاقے کے ذی اثر لوگوں کو جمع کیا اور جامعہ مدینۃ الاسلام کی بنیاد رکھ دی۔ ابتداء میں یہ ادارہ کرایے کی جگہ پر قائم ہوا اور شعبۂ حفظ وقرأت کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز بھی ہوگیا۔ چند سالوں بعد جب کئی طلبہ نے قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا تو دستار فضیلت کے لیے ایک نہایت ہی پروقار جلسہ کا انعقاد ہوا۔ چونکہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ اس کے بانی تھے اور چیرمین بھی اس لیے انہیں خصوصی طور پر اس جلسے میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

ایمان ویقین کی بالیدگی کے لیے اس جلسہ کی روداد خود ان کی زبانی سنیئے جو جامعہ مدینۃ الاسلام کی موجودہ پرشکوہ عمارت کے حصول کا سبب بنی:

”ورلڈ اسلامک مشن کی سرپرستی میں چلنے والے ہالینڈ کے ایک دینی و تبلیغی مرکز ”جامعہ مدینۃ الاسلام“ کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت کے لیے میں ۱۱/جون ۸۸ء کو ایمسٹرڈم پہنچا۔ جامعہ کا فاؤنڈر چیرمین ہونے کی حیثیت سے اس تقریب میں میری شرکت ضروری سمجھی گئی تھی۔ اس ملک میں جلسۂ دستار بندی کی یہ پہلی کانفرنس تھی، جس میں پانچ حفاظ کی دستار بندی کی گئی۔

ہالینڈ کے گورے باشندوں اور حکومت کے عمائدین کو بھی اس جلسہ میں خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا گیا تھا۔ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی ضخیم جلد ایک طرف رکھی گئی اور دوسری طرف ۱۳،۱۴ سال کے بچے کھڑے کئے گئے اور انہیں بتایا گیا کہ ان بچوں نے اس عظیم کتاب کا ایک ایک حرف زبانی یاد کرلیا ہے اور اس وقت بھی یہ کتاب ان کے دل و دماغ میں اس طرح مستحضر ہے کہ جہاں سے چاہیں پڑھوا کر سن لیجیے تو وہ حیران رہ گئے اور اپنی روایت کے مطابق تالیاں بجا کر اس اعلان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔

اس واقعہ کو یورپ میں اتنی اہمیت دی گئی کہ کئی ہفتے تک ٹیلی ویژن پر انہوں نے ان بچوں کو ملک ملک میں دکھلایا۔ پریس کے نمائندے مہینوں جامعہ میں آتے رہے اور بچوں سے انٹرویو لیتے رہے۔ اس وقت ایسا محسوس ہورہا تھا کہ خدائے قدیر نے یورپ میں قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے دلوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ایک یورپین صحافی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اتنی ضخیم کتاب کو مستحضر کر لینا انسان کے بس کی بات نہیں، یہ امر خود اس کتاب کا معجزہ ہے۔

اس حوصلہ افزاء واقعہ کے بعد جامعہ کی مجلس انتظامیہ نے طے کیا کہ درجۂ حفظ و قرأت کے ساتھ ساتھ عالم و فاضل کے درجات بھی کھول دیئے جائیں کیونکہ جن لڑکوں کی مادری زبان ڈچ، انگلش، جرمنی اور فرنچ ہے انہیں علوم اسلامیہ کا فاضل بنا کر یورپ میں علماء کی ایسی نسل تیار کی جائے جو یورپین اقوام تک ان کی مادری زبانوں میں اسلام کا پیغام پہنچا سکیں۔ چنانچہ ایک مہینہ کی مدت میں ہم نے کافی غور و خوض اور مختلف حلقات کے

ماہرین تعلیمات کے ساتھ مشاورت کے بعد دین کی اعلیٰ تعلیم کا ایک ایسا جامع منصوبہ تیار کرلیا ہے جو یورپ کے ذہنی اور فکری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ یہ طویل العمر منصوبہ تیار کرنے کے بعد اب اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمیں وسیع وعریض عمارت کی ضرورت پیش آئی جو جامعہ کی ساری تعلیمی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

خدا کا نام لے کر ہم نے اس طرح کی عمارت کی تلاش شروع کردی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک ایجنٹ کے ذریعہ ہمیں کچھ ہی دنوں میں عیسائیوں کے ایک کالج کی شاندار عمارت مل گئی جو ہماری ساری تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرتی تھی۔ اس سے ملحق ایک وسیع میدان بھی تھا جو ہمارے منصوبے کے مطابق لڑکیوں کی درسگاہ کے لیے بہت ہی موزوں تھا۔ اس کے بعد اسی ایجنٹ کے ذریعہ ہم نے عمارت کے مالکان کے ساتھ رابطہ قائم کیا تاکہ قیمت طے کی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ کئی راؤنڈ بات چیت کے بعد پونے نو لاکھ ڈالر میں ہمارے اور ان کے درمیان سودا طے پا گیا جو ہندوستانی سکے میں باسٹھ لاکھ کے برابر تھا۔

ابتدائی معاہدے کے مطابق قیمت کا چالیس فیصد حصہ جمع کرنے کے بعد ہم نے عمارت کی کنجی حاصل کرلی اور ۲ر اکتوبر کو ہم اس میں داخل ہوگئے۔ باقی رقم کی ادائیگی کے لیے ہم نے دومہینہ کی مہلت لے لی۔ افتتاحی تقریب کے موقع پر جب ہالینڈ کے مسلمانوں نے اس عمارت کو دیکھا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ بار بار ان کی زبانوں پر یہی سوال تھا کہ ایسی لق ودق اور مضبوط وخوبصورت سہ منزلہ عمارت پونے نو لاکھ ڈالر میں آپ کو کیسے مل گئی۔ اس سے زیادہ تو صرف اس کی زمین کی قیمت ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ صرف خدا کا فضل واحسان ہے۔ ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔'' [1]

یہ بات اب تک میرے حاشیہ ذہن میں تازہ ہے کہ جامعہ کی عمارت کے لیے رقم کی فراہمی کے حوالے سے غیبی امداد کا ایک روح پرور واقعہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے ہالینڈ کے سفر سے واپسی پر اپنے اعزاز میں دیے گئے ایک استقبالیہ میں سامعین کو سنایا تھا۔

۱۔ عینی مشاہدات، ص: ۱۰۲۔۹۹

آپ فرمار ہے تھے کہ جامعہ مدینۃ الاسلام کی موجودہ عمارت کے لیے رقم کی فراہمی کوئی امر سہل نہ تھا۔کئی دنوں کی کوششوں کے باوجود جب ہم اپنے ہدف تک پہنچنے میں ناکام رہے تو حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ اپنے چند مریدوں کے ساتھ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ احباب جامعہ کے حوالے سے بہت فکر مند ہیں ۔ انہیں تشویش ہے کہ آپ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں اور بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑ جائے ۔ یہ صورت حال ان کے استطاعت سے باہر ہوجائے گی ۔اس لیے جامعہ کی عمارت کے خریدنے سے پہلے ایک بار اور غور کرلیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی فہمائش کو آپ نے بغور سنا اور پورے عزم وحوصلہ، جذبہ وامنگ اور ایمان ویقین کے ساتھ فرمایا کہ میں انہیں چھوڑ کر جا کہاں رہا ہوں کہ بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑے گی۔ جب تک جامعہ کی بقایا رقم کی ادائیگی نہیں ہوجاتی میں یہیں رہوں گے۔

کچھ دنوں بعد جامعہ کے لیے چندہ جمع کرنے کی ایک محفل منعقد ہوئی ۔ پروگرام کے اختتام پر دعا کے لیے ہاتھ بلند کیےاور پلک جھپکتے ہی آہوں کا قافلہ رب کریم کی چوکھٹ پر پہنچ گیا۔ دین وسنیت کی سربلندی کے لیے لی جانے والی جامعہ کی عمارت پیش نگاہ تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے ۔ کہتے ہیں اسی مجلس میں کسی نوجوان کا ایک دوست بیٹھا ہوا تھا جو امریکہ سے آیا تھا۔اس نے اپنے دوست سے پوچھا کہ اس بوڑھے کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر کیوں رو رہا ہے؟ کیا ان کے گھر کسی کی میت ہوگئی ہے؟ آخر بات کیا ہے؟ نوجوان نے اسے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ اس بوڑھے کے گھر نہ ہی میت ہوئی ہے اور نہ ہی اسے کوئی صدمہ پہنچا ہے۔اس کے رونے کو سبب یہ ہے کہ ہماری کمیونٹی کے لیے اس نے ایک مدرسہ خریدنے کا سودا کرلیا ہے۔رقم چونکہ بڑی ہے،اس لیے ہم سبھوں کی اجتماعی کوششوں کے بعد بھی منزل دور دکھائی دے رہی ہے۔

نہ جانے چند آنسوؤں کے قطروں میں وہ کون سی طاقت تھی کہ اس نوجوان کا

دل پگھل گیا۔ اپنے مستقر پر واپس آنے کے بعد اس نے اپنے والد سے گفتگو کی اور شب گذشتہ کے حالات سے انہیں واقف کراتے ہوئے بولا کہ ڈیڈی آپ کچھ کریں کہ مجھے ان کا بلک بلک کر رونا دیکھا نہیں جاتا۔ کہتے ہیں کہ اس کے والد بڑے تاجر تھے، بیٹے کی فہمائش پر انہوں نے مطلوبہ رقم بجھوادی اور جامعہ مدینۃ الاسلام کی عمارت کے حوالے سے واجب الادا رقم بے باق ہوگئی۔

دنیا کے مختلف علاقوں میں آپ کے قائم کردہ اداروں میں سے نمونے کے طور پر صرف چند ایک کی قدرے تفصیلات آپ نے پڑھیں۔ اگر اسی طرح دیگر اداروں اور ان کی تاریخوں پر روشنی ڈالی جائے تو کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی، جو کہ قارئین کو اصل موضوع سے بہت دور ہٹا دے گی۔ اللہ نے چاہا تو آپ کی حیات کے مختلف گوشوں پر مشتمل جو کتاب آئے گی ان میں یقینی طور پر سیر حاصل گفتگو آپ سن سکیں گے۔ لہذا اب ہم دیگر اداروں کی صرف ایک سرسری فہرست پر اکتفاء کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیں گے۔

قیام مدارس

۱۔ دارالعلوم ضیاءالاسلام ہوڑہ، کالکوتا

۲۔ دارالعلوم مخدومیہ، گوہاٹی

۳۔ مدرسہ مدینۃ العلوم، بنگلور

۴۔ مدرسہ مفتاح العلوم، راورکیلا

۵۔ دارالعلوم گلشن بغداد، ہزاری باغ

۶۔ اسلامی مرکز، رانچی

۷۔ جامعہ غوثیہ رضویہ، سہارن پور

۸۔ مدرسہ مدینۃ الرسول، کوڈرما

۹۔ مدرسہ مظہر حسنات، رام گڑھ

۱۰۔ دارالعلوم رشیدیہ رضویہ، بلیا

۱۱۔ مدرسہ امدادیہ حنفیہ، دمکا

۱۲۔ مدرسہ سراج الاسلام، مدھوپور

۱۳۔ فلاحی مرکز، جمشید پور

۱۴۔ فیض العلوم ہائی اسکول، جمشید پور

۱۵۔ مدرسہ تعمیر ملت، کرماٹانڑ

۱۶۔ مدرسہ تنویر الاسلام، جمشید پور

۱۷۔ دارالعلوم علیمیہ سورینام، ساؤتھ امریکہ

قیام مساجد

۱۔ فیض العلوم مکہ مسجد، جمشید پور

۲۔نورانی مسجد، جمشید پور

۳۔ قادری مسجد، بہار شریف

۴۔ مسجد مفتاح العلوم، راورکیلا

۵۔ مسجد غوثیہ، رانچی

۶۔ مسجد اہل سنت، کوڈرما

۷۔ مدینہ مسجد، جمشید پور

۸۔ مدینہ مسجد، موسیٰ بنی

تحریک وتنظیم :

آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے کہ جس کا کوئی ایک میدان عمل نہیں ہوتا، بس قوم وملت کی سربلندی ہی مطمح نظر بھی ہوتی ہے اور جذبہ وحرص بھی۔ اس پس منظر میں جب ہم اپنے قائد کی کتاب زندگی کے اوراق پڑھتے ہیں تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ شخصیت ایک ہے، لیکن زندگی کے مختلف محاذوں پر پورے آب وتاب، حوصلہ ونشاط اور جذبہ وامنگ کے ساتھ۔ اوراس پر حیرت چند دو چند ہو جاتی ہے کہ آپ ہر محاذ پر امام کی حیثیت سے جلوہ گر ہیں نہ کہ مقتدی کی طرح۔

یہاں بھی ہم صرف آپ کی چند تحریکات وتنظیمات کا تذکرہ کریں گے، ویسے ''اسلامک مشنری کالج'' کے تذکرے کے ضمن میں آپ نے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے حوالے سے پڑھ لیا ہے۔ لہذا ہم اسے یہاں نظرانداز کرتے ہوئے گزر رہے ہیں۔

کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس:

ہندوستان کے قانون کے مطابق مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے۔ ہندوستانی پینل کوڈ کے مطابق ۱۹۳۷ء میں برطانوی سامراج کے زیر سایہ Muslim Personal Law Application Act ظہور پذیر ہوا۔ اسے ہی ہم ''مسلم پرسنل لاء'' کے نام سے جانتے ہیں۔ آزادی کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل، بابا صاحب امبیڈکر اور گاندھی جی کے نمائندوں پر مشتمل ملکی قیادت نے یکساں سول کوڈ کے نفاذ پر گرما گرم بحث ومباحثہ کیا۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ طے پایا کہ فی الحال برطانوی سامراج کے ذریعہ نافذ کیا گیا پرسنل لاء ہی قابل عمل رہنے دیا جائے، لہذا ۲۶/ جنوری ۱۹۵۰ء کو اسے ہی قانونی تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ اس کے مطابق ہمیں

اپنے عائلی معاملات میں ہندوستانی عدالتوں سے شریعت کی روشنی میں فیصلے کروانے کا حق دیا گیا ہے۔

ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کے مذہبی نزعات کو اسلامی قانون کی روشنی میں حل کیئے جانے کی واضح نشاندہی کی گئی ہے جسے ہم اپنے مذہبی تحفظات کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ آئین کی اس شق کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہندوستان کی عدالتیں مسلمانوں کے مابین نزاعی امور کا تصفیہ قرآن وحدیث کے متعین کردہ اصول کے مطابق کرتیں۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوا اور گاہے بگاہے چور دروازے سے مسلم پرسنل لاء میں بے جا مداخلتیں کی جاتی رہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کے ہر فیصلے کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں نے اس کی پرزور مذمت کی۔ مگر یہ اضطراب و بے چینی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی جب سپریم کورٹ نے ۱۹۸۵ء میں شاہ بانو کیس کا فیصلہ مسلم پرسنل لاء کو پس پشت ڈالتے ہوئے دفعہ S125 cr Pc کی روشنی میں دے دیا۔ اور اسی کے ساتھ ارباب حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کریں۔

بلاشبہ یہ دلآزار فیصلہ ہندوستان سے مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو مٹا دینے کی ایک سوچی سمجھی سازش کا حصہ تھا۔ لہذا پورے ملک کا غیرت مند مسلمان چیخ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کی آگ کی طرح اضطراب وبیچینی کی لہر کشمیر سے کنیا کماری تک کے وسیع وعریض خطے میں پھیل گئی۔ اصحاب قلم نے اخبارات میں اسلامی شریعت کے حوالے سے احتجاجی مضامین لکھے، قائدین ملت اسلامیہ نے جلسے جلوس اور مظاہرے کے ذریعہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اہل سنت وجماعت کی طرف سے بھی علاقائی سطح پر اظہار مذمت کے جلسے منعقد ہوئے۔

ایسے نازک ترین دور میں ضرورت اس بات کی تھی کہ ملک کا سنی مسلمان ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے اجتماعی شکل میں اپنے دین کے تحفظ کے لیے پرعزم تحریک شروع کرے اور ملک کی سیاسی قیادت کو سرنگوں ہونے پر مجبور کردے۔

یہی فکر ۱۹۸۵ء میں ''کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' کے انعقاد کا سبب بنی۔
حضرت قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اس کانفرنس کے لیے ایک بار پھر سیوان کی سرزمین منتخب کی۔ کئی مہینے کی مسلسل جدوجہد، محنت ومشقت اور جفاکشی کے بعد'' کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' کی شکل میں شوریدہ سروں کا سیلاب ایک جگہ جمع کر دیا۔ ایک محدود اندازے کے مطابق آٹھ سے دس لاکھ لوگوں کیا جم غفیر اکٹھا ہو گیا تھا اور خاص بات یہ تھی کہ اہل سنت وجماعت کے اکابرین، مشائخ اور ذی اثر عمائدین کی بڑی تعداد بھی عوام کے شانے بشانے کھڑی تھی۔

اسی کانفرنس میں علمائے کرام کے مشورہ پر ایک کل ہند تنظیم تشکیل دی گئی جس کا نام ''کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' رکھا گیا۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ باتفاق آراء صدر منتخب کیے گئے اور مولانا عبید اللہ خاں اعظمی اس کے جنرل سکریٹری بنائے گئے۔

تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے گواہ ہیں کہ اس نومولود تنظیم کو عوام اہل سنت وجماعت کی ایسی اجتماعی حمایت ونصرت سے ہمکنار ہونے کا شرف ملا کہ صرف چند ماہ میں کشمیر سے کنیا کماری تک پورا ہندوستان جاگ اٹھا۔ مرکزی قائدین نے ملک کے مختلف حصوں میں بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کیں اور معاملے کی حساسیت، نزاکت اور اہمیت سے لوگوں کو روشناس کرایا۔

کہتے ہیں اس جہد مسلسل، تگ ودو اور شبانہ روز تحریک کے نتیجے میں حکومت ہند کے ذمہ داروں کی نیندیں حرام ہو گئیں اور وہ کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرس کے قائدین سے مفاہمت کے ذریعہ مسائل کے ممکنہ حل کے لیے مجبور ہو گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت کے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے طے شدہ مصروفیات کو پس پشت ڈالتے ہوئے مشیروں کے ذریعہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ سے فوری ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جماعتی ضرورتوں کے پیش نظر آپ نے پیغام ملتے ہی جمشید پور کے ہوائی اڈے سے کلکتہ اور پھر کلکتہ سے دہلی کا سفر کیا۔

راجیو گاندھی سے ملاقات میں آپ نے ملت کی بے چینی اور حد درجہ تشویش سے انہیں آگاہ کیا اور فوری طور پر مسلم پرسنل لاء میں جزوی ترمیم کے ذریعہ ایسے چور دروازوں کو بند کرنے کی گزارش کی جس سے آئندہ مستقبل میں کبھی بھی مسلم پرسنل لاء کے حوالے سے حکومت ہند کے آئین کے ذریعہ دی گئی ضمانت پر حملہ نہ کیا جاسکے۔ اس نشست میں آپ نے کچھ ایسی نپی تلی گفتگو فرمائی کہ شری راجیو گاندھی اس بات کے لیے تیار ہو گئے کہ آپ جس قسم کی ترمیم چاہتے ہیں، اسے تحریری شکل میں جتنی جلد ہو سکے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ اسے پارلیامنٹ کے ذریعہ باقاعدہ پاس کروا کر قانون کا حصہ بنایا جاسکے۔

بلاشبہ ایک جمہوری ملک میں کسی بھی تحریک کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ ذمہ داران حکومت آپ کے مطالبے پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے مناسب اقدامات کے لیے اشارہ کر دے۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ بلا کسی تاخیر کے فوراً اپنی جماعت کے مرکزی ادارہ الجامعہ الاشرفیہ تشریف لائے تاکہ ذمہ دار علمائے کرام اور فقہاء امت کے مشورہ سے ایک جامع و مانع تجویز حکومت کے سامنے رکھی جاسکے۔ عینی شاہدین بتاتے ہیں کہ آپ نے علمائے کرام کے ساتھ کئی نشستوں میں غور و خوض کے بعد اسے تیار کر لیا اور پھر اسے حکومت کے حوالے کر دیا گیا۔

اسے شومئ قسمت کہیے کہ وقت کے میر جعفر ہر دور میں مسلمانوں کی اپنی صفوں میں چور دروازے سے نقب زنی کرتے رہے ہیں۔ ایسا ہی کچھ ''مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے چھیڑی گئی اس اجتماعی تحریک کے ساتھ ہوا۔ ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے ناعاقبت اندیش اراکین نے حکومت کی مرضی کے مطابق ایک ایسی جزوی تبدیلی کے لیے رضامندی ظاہر کر دی کہ جس سے مہینوں چلنے والی متذکرہ بالا تحریک کا مقصد ہی فوت ہو گیا اور مسلمان ایک جیتی ہوئی جنگ عین اس وقت ہار گئے کہ جب فتح و نصرت کا سورج طلوع ہونے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنی ملی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اخبارات کے

ذریعہ یہ باور کرایا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ والوں کے ذریعہ قبول کی گئی تجویز کسی بھی حال میں مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔اس حوالے سے آپ نے سلسلہ وار مضامین بھی لکھے تاکہ واقعی حالات سے لوگوں کو متعارف کرایا جاسکے۔گو کسی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ،لیکن اس سلسلہ وار تنقیدی مضمون کا ایک حصہ دیکھتے چلیے ۔

''بل کی حمایت میں بورڈ والوں کے دلائل کا تنقیدہ جائزہ

عوام کی عدالت میں غلط قیادت کا بے لاگ محاسبہ

علامہ ارشدالقادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس

نیا بل خلاف شرع کیوں ہے؟ اس عنوان سے بل کے سلسلے میں ہم نے اپنا جماعتی موقف اخبارات کے ذریعہ عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ہم نے شرعی دلائل کی روشنی میں نہایت تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ دفعہ ۱۲۵ کی شمولیت کے بعد نئے بل میں متعدد دینی مداخلتیں اور شرعی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں ۔ اور یہ بھی ہمارے لیے بالکل اسی طرح ناقابل قبول ہے جس طرح سپریم کورٹ کا فیصلہ تھا۔اب آج کی صحبت میں ہم ان دلائل کا جائزہ لینا چاہتے ہیں جو بورڈ والے دفعہ ۱۲۵ کی شمولیت کے جواز میں پیش کررہے ہیں تاکہ تصویر کے دونوں رخوں کو سامنے رکھ کر آپ کوئی صحیح فیصلہ کرسکیں۔ ....'' ۱

اسی کے ساتھ آپ نے ملک و بیرون ملک کئی اور تحریکیں شروع کی ہیں۔تطویل کتاب سے بچنے کے لیے اب ہم صرف چند کے نام لکھنے پر اکتفاء کررہے ہیں۔

۱۔ سورینام مسلم پولیٹیکل کاؤنسل، سرینام، ساؤتھ امریکہ

۲۔ الانصار ٹرسٹ، بنارس

۳۔ مسلم متحدہ محاذ، رائے پور

۴۔ شرعی بورڈ، مبارکپور

۱۔ مخطوطہ، مصنف کتاب کی تحویل میں

اجتماعی کانفرنسیں :

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کو ملت اسلامیہ سے کام لینے کا ہنر آتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے بسا اوقات کسی بڑی تحریک سے پہلے انہیں بیدار کرنے کے لیے بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ یہ کانفرنسیں ایسی نہ تھیں کہ بس شرکت کیجیے اور علمائے کرام کے خطابات سے محظوظ ہونے کے بعد اپنی اپنی راہ پر لگ جایئے، بلکہ ان کے انعقاد کے پیچھے کوئی نہ کوئی تعمیری فکر اور پائیدار تحریک ہوا کرتی تھی۔ اس حوالے سے اختصار کے ساتھ آپ کی تحریک پر منعقد ہونے والی بعض کانفرنسوں کی روداد سنتے چلیے۔

کشمیر کانفرنس:

برطانوی سامراجیت سے پروانۂ آزادی کے حصول کے ساتھ ہی ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ ملک کے مختلف اطراف سے معتد بہ مسلمانوں نے ہجرت کر لی لیکن جن لوگوں نے اپنی جائے پیدائش نہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا ان کے ساتھ بھی جب سوتیلا برتاؤ کیا جانے لگا تو ملک کی مسلم قیادت جوش میں آئی اور ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے پلیٹ فارم سے صدائے احتجاج بلند کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کے حوصلے قدرے پست اور حالات خاصے غیر یقینی سے تھے۔

ایسے مشکل ترین ماحول میں اپنے جذبۂ وفاداری کے اظہار کے لئے ۲۹/نومبر ۱۹۶۵ء کو جمشید پور کی سنگلاخ زمین پر ''کشمیر کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا۔ اس کانفرس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے کئی ذیلی کمیٹیاں بنائی گئی تھیں جن کی ہدایات پر شب و روز کئی سو رضا کاروں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کو سربلند دیکھنے کی

آرزو میں شہر کے نوجوانوں کے جذبات کا تلاطم قابل دید تھا۔ ''مدرسہ فیض العلوم'' کے صحن میں اطراف وجوانب کے مسلمان اس امید پر جمع ہوتے کہ شاید انہیں خدمات کا موقع میسر آجائے۔ مہمانوں کے استقبال کے لئے جگہ جگہ استقبالیہ بینر آویزاں کئے گئے تھے۔

اس تاریخی کانفرنس میں صوبائی حکومت سے لے کر مرکزی سرکار تک نے بھر پور تعاون کیا اور بڑی تعداد میں ارباب حکومت نے شرکت بھی کی۔ جن میں شری کے بی سہائے وزیر اعلی بہار، عزت مآب جی ایم صادق وزیر اعلی جموں وکشمیر، شری راج بہادر وزیر مواصلات حکومت ہند، نائب وزیر داخلہ شری ایل این مصرا، وزیر تعمیرات شری رام لکھن یادو، وزیر پنچایت شری ایس کیا گے اور بہار پردیش کانگریس کے صدر شری راجندر مصرا کے نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ا

بلاشبہ ''کشمیر کانفرنس'' سے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے اندر ہندوستان کی سرزمین پر عزت ووقار کے ساتھ جینے کا حوصلہ پیدا ہوا، وہیں مدرسہ فیض العلوم کا بھی بہت بڑا تاریخی فائدہ ہوا۔ آپ کے ایک مخلص رفیق کار جناب شرف الدین خاں بتاتے ہیں کہ وزیر اعلی جی ایم صادق کے ٹاٹا کمپنی کے ذمہ داروں کے ساتھ بڑے ہی دیرینہ مراسم تھے۔ لہذا اس مناسب موقع کا صحیح استعمال کرتے ہوئے حضرت نے ان سے سفارش کروائی کہ فیض العلوم کے عقبی حصہ کی زمین بھی ہوسٹل بلڈنگ کے لیے اسے دی جائے۔ اس طرح فیض العلوم کے توسیعی منصوبہ کے لیے وہ زمین فیض العلوم کو دے دی گئی۔

اس موقع پر آپ نے جو خطبہ استقبالیہ پڑھا تھا، اسے بعینہ آپ ''خطبات استقبالیہ'' نامی کتاب میں پڑھ سکتے ہیں، جسے مصنف کتاب نے ترتیب دیا ہے۔ یہاں اس خطبۂ استقبالیہ کا ایک اقتباس پڑھیے کہ جسے اردو معلیٰ کا ایک حسین مرقع کہا جانا زیادہ مناسب ہے۔ الفاظ کی جادوگری سے دو متضاد خصوصیات کو ایک جگہ کرتے ہوئے اسے خوبصورت، دلکش اور حسین تعبیرات عطا کرنا آپ ہی کا حصہ تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ دیکھئے خطبات استقبالیہ، ص: ۸،۷

''حضرات! قدرتی طور پر آپ یہ جاننے کی خواہش کریں گے کہ ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے رہنماؤں نے ''کشمیر کانفرنس'' کے لئے جمشید پور کو کیوں منتخب کیا ہے۔ آخر جمشید پور اور کشمیر کے درمیان کیا ربط ہے۔ میں عرض کروں گا بڑا گہرا ربط ہے۔

کشمیر میں اگر چاندی کی طرح سفید وشفاف چشمے ہیں تو یہاں بھی فولاد کا چشمۂ سیال ہر وقت رواں دواں رہتا ہے۔ کشمیر کی سرزمین اگر زعفران اور سرخ پھولوں سے رنگین نظر آتی ہے تو یہاں بھی ہتھوڑوں کی ضرب سے چنگاریوں کے پھول جھڑتے ہیں۔ کشمیر میں اگر برف کی سفید چٹانیں انسان کو ٹھنڈا رکھتی ہیں تو یہاں آگ کی سرخ چٹان زندگی کی تپش کو ہر وقت برقرار رکھتی ہے۔ کشمیر اگر خون پیدا کرنے والے پھلوں کا دیس ہے تو یہاں کے مزدوروں کا پسینہ چند مرحلوں کے بعد سارے ملک کی رگوں کا خون بن جاتا ہے۔

اور سب سے اہم اور گہرا ربط یہ ہے کہ یہیں کا پگھلا ہوا فولاد کشمیر کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے اور سنگ وآہن کے اسی شہر کی بدولت کشمیر کی حسین وادیوں کا سہاگ آج بھی محفوظ ہے اور آئندہ بھی محفوظ رہے گا۔

اور پھر کشمیر اگر باغ وبہار کی سرزمین ہے تو ہمیں کہنے دیا جائے کہ یہ بہار کی سرزمین ہے۔ زیروزبر کا امتیاز اگر مٹا دیا جائے تو دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' ۱

کل ہند سنی کانفرنس:

معلوم دستاویزات کے مطابق ''کشمیر کانفرنس'' آپ کی متحرک وفعال زندگی کی پہلی کانفرنس تھی اور دہلی کی سرزمین پر ''کل ہند سنی کانفرنس'' زندگی کی آخری کانفرنس رہی۔

۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کی شام نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پورے ملک کے لیے کسی قیامت خیز لمحات سے کم نہ تھی جب ہندوستان کی فرسودہ جمہوریت کا سورج ایودھیا کے ساحل پر پوری طرح غرقاب ہوگیا۔

۱۔ خطبات استقبالیہ، ص: ۱۲

عدالت میں زیر سماعت چل رہے مقدمے کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر عددی طاقت وقوت اور نخوت وغرور کے بل پر اپنی خواہشات کے مطابق اقدامات کرگزرنا کسی بھی ملک کی عدالت کے وقار، عزت اور آبرو کو پیروں تلے روندنے کے مترادف ہے......اور یہ سب اگر حکومت کی پس پردہ سرپرستی میں ہو تو اسے آئین، اسمبلی اور جمہوری اقدار کی موت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آئین ہی کے توانا ستونوں پر ملک کی بلند و بالا عمارت ایستادہ ہوتی ہے۔ جب آئین ہی کی حفاظت وصیانت ممکن نہ ہوسکے تو اس آئین کی گود میں پروان چڑھنے والی قوم کیونکر امن وآشتی، صلح ویگانگت اور یکسوئی کے لمحات بسر کرسکتی ہے۔ یہ احساس صرف فرضی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ بابر کے دور حکومت میں ایودھیا کے مقام پر ایک مسجد بنائی گئی جسے بابری مسجد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں ۱۸۸۵ء تک باقاعدہ پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاتی رہیں۔ جس کے بعد چند ہندوؤں نے انگریزوں کے ماتحت چلنے والی عدالت میں درخواست دائر کی کہ بابری مسجد کے صحن میں جو جگہ ہے وہ ان کے مطابق رام کی جائے پیدائش ہے۔ مسئلہ زیر سماعت رہا لیکن مسجد کی اپنی حیثیت برقرار رہی۔ ۲۳/دسمبر ۱۹۴۹ء کو چند شر پسندوں نے رات کے سناٹے میں مسجد کے اندر داخل ہوکر ایک مورتی رکھ دی اور صبح کو یہ خبر پھیلا دی گئی کہ رام للا کا ظہور ہوگیا ہے۔ جب مسلمان صبح کو نماز کی ادائیگی کے لئے آئے تو وہاں کی انتظامیہ نے انہیں داخل ہونے نہ دیا اور ٹھیک ایک ہفتے کے بعد یعنی ۲۹/دسمبر ۱۹۴۹ء کو مسجد کے صدر دروازے پر انتظامیہ نے مستقل طور پر تالا لگا دیا۔

قربان جائیے ہندوستان کے مسلمانوں کی شرافت پر کہ وہ اپنی عبادت گاہ چھن جانے کے بعد بھی قانون اور ضابطے کے مطابق فیصلے کے منتظر رہے۔ مگر ہائے رے نیرنگئ زمانہ! مسجد کے دروازے پر قفل لگایا جانا ہی کم افسوسناک نہ تھا کہ اسے راجیو گاندھی کے دور اقتدار میں جبراً ہموطنوں کے لیے کھول دیا گیا اور انہیں کھلے عام رام للا کی مورتی کی عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی گئی۔

ابھی پرنم آنکھوں کا آنسو خشک بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک اور دلدوز حادثہ نے مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کردیا۔ وہ یوں کہ ۶ / دسمبر ۱۹۹۲ء کو یوپی کی فرقہ پرست حکومت کی سرپرستی میں شرپسندوں نے ایودھیا کے مقام پر لاکھوں افراد کا ایک جم غفیر جمع کر لیا۔ صوبائی حکومت جھوٹی تسلی دیتی رہی کہ متنازعہ ڈھانچہ کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی لیکن ہوا وہی جس کا خطرہ تھا۔ شرپسندوں نے طے شدہ منصوبہ کے مطابق بابری مسجد کے گنبد پر حملہ کیا اور دیکھتے دیکھتے مسجد شہید کردی گئی۔

بابری مسجد کی شہادت صرف ایک خانۂ خدا کی بے حرمتی نہ تھی بلکہ علامتی طور پر یہ ہندوستان سے اسلام کی بیخ کنی کی تحریک کا آغاز تھا اور محکمۂ عدالت کے وقار کو زمیں بوس کرنے کی بزدلانہ حرکت بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ آف انڈیا نے بھی اس واقعہ پر اپنا ردعمل سناتے ہوئے کہا تھا کہ:

”جو کچھ بھی مسمار کیا گیا وہ صرف ایک پرانی تعمیر ہی نہیں تھی بلکہ اکثریت کے احساس عدل اور معقولیت پسندی پر اقلیت کے بھروسہ اور اعتماد کو ایک کاری ضرب تھی جس نے آئینی عمل اور قانون کی بالادستی میں اقلیت کے یقین کو متزلزل کردیا۔“ [۱]

بابری مسجد کی شہادت کے انہیں دور رس اثرات کو محسوس کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کا ہر فرد فکرمند دکھائی دیتا تھا۔ اسی کے ساتھ فرقہ پرست طاقتوں کا مسلسل اصرار کہ ملک میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ کیا جائے، بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کو غیر یقینی بنانے میں اضافہ کررہا تھا۔

درد و کرب کے ایسے ماحول میں ضرورت تھی کہ مسلم آبادیوں میں پھر سے زندگی کی رونق بحال کی جائے اور عزت و وقار کے ساتھ جینے کا ولولہ و شوق بیدار کیا جائے۔ وقت کی اسی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے دہلی کی سرزمین پر ”کل ہند سنی کانفرس“ کا انعقاد کیا۔

۱۔ افکار ملی، جنوری ۲۰۰۳ء

اس کے علاوہ ملک و بیرون ملک میں آپ نے کئی دوسری تاریخی کانفرنسیں منعقد کی ہیں۔تطویل سے بچتے ہوئے ان کے صرف اسماء درج کیے جا رہے ہیں:

۱۔ صوبائی سنی کانفرنس، بہار
۲۔ مسلم ویلفیر کانفرنس، جمشید پور
۳۔ جشن افتتاح مدینۃ الاسلام ہالینڈ
۴۔ عرب و ہند رابطہ کانفرنس
۵۔ جشن اجراء رفاقت، پٹنہ
۶۔ حجاز کانفرنس، منعقدہ لندن
۷۔ مسلم پرسنل لاء کانفرنس، سیوان
۸۔ کل ہند سنی ٹرسٹ کانفرنس، دہلی

ملک و بیرون ملک وہ تاریخی کانفرنسیں جن میں آپ نے مندوب کی حیثیت سے شرکت کی ہے، اس کی صرف فہرست ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ کلچرل کانفرنس، ایران
۲۔ اسلامی عالمی کانفرنس، لیبیا
۳۔ امام احمد رضا کانفرنس، پاکستان
۴۔ مولانا عبدالعلیم کانفرنس، ہالینڈ
۵۔ عالمی اسلامی کانفرنس، عراق
۶۔ عالمی میلاد مصطفٰے کانفرنس، پاکستان
۷۔ سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس، کانپور
۸۔ کل ہند تعلیمی کانفرنس، مبارکپور
۹۔ عالمی مفتی اعظم کانفرنس، ممبئی

مناظرے :

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ میدان مناظرے کے بھی کامیاب شہسوار تھے۔ وسعت مطالعہ، استحضار علمی اور حاضر جوابی پر کمال کی قدرت تھی۔ آپ نے اپنی جماعتی موقف کے تحفظ کے لیے فرقہائے باطلہ سے کئی ایک مناظرے کیے ہیں۔ عینی شاہدین بتاتے ہیں کہ جب اپنی گھن گرج آواز میں للکارتے تو فریق مخالف کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتیں۔

دلائل و براہین کی طاقت اور طریقۂ استدلال کی کاری ضرب سے فرش پر تڑپتے ہوئے ایک بے بس مناظر کا عبرت ناک تماشہ دیکھنا ہو تو کٹک کے مناظرے کی روداد کا یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ انہی کی تحریر میں پڑھیے:

''کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دار الخلافہ کٹک میں دیوبندی حضرات کے ساتھ ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو یہ واقعہ ۱۳۹۹ھ کا ہے۔ اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مرجع المناظرین سند المتکلمین امام العاشقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمہ والرضوان سرپرست اور بانیٔ مناظرہ کی حیثیت سے اہل سنت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جلسۂ مناظرہ کے صدر فقیہ النفس نائب مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مقرر ہوئے تھے، جب کہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملت نے مجھ فقیر کو نامزد فرمایا تھا۔ اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دار العلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے ''اعلیٰ حضرت'' کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف ''حضرت'' کہا جاتا ہے اور آپ لوگ ''مولانا احمد رضا خاں صاحب'' کو ''اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

[میں نے ان کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پورے دیو بندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

میں نے کہا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ حضرات کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقع بھی آپ لوگ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید وشفاف دامن پر سرخ دھبہ تلاش کرر ہے ہیں۔فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا۔کسی نے بھی ''امام اعظم'' کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انہیں ''امام اعظم'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے مقابلے میں بولا جارہا ہے لیکن یہ آپ حضرات کے دلوں کے نفاق کی کاریگری ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ حضرات سلف کی روایات اور عرف کے مطابق ''اعلیٰ حضرت'' کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے ، زبردستی کھینچ تان کر اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ عہد رسالت تک وسیع کر دیا تا کہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابل کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد میں نے گرجدار آواز میں دیو بندی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ عہد رسالت تک کو حاوی ہے ، تو اب آپ بریلی سے دیوبند آیئے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھئے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیص شان رسالت کے کیسے کیسے ساز وسامان موجود ہیں۔ دیکھئے! یہ مرثیہ رُشید احمد گنگوہی ہے۔جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب ہیں ۔انہوں نے بالکل سرورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

''مخدوم الکل، مطاع العالم'' یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع ومقتدا۔

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجئے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اوران کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے بنی نوع انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ ''مخدوم الکل'' کا یہ مفہوم آپ کی طرح کھینچ تان کرنہیں پیدا کررہا ہوں، بلکہ موجبہ کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرہ سے نسل انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجئے کہ دائرۂ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے، باہر سے یہ معنیٰ نہیں پہنائے گئے ہیں۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اپنے وضعی معنیٰ کے اعتبار سے دائرۂ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا۔ اپنی بدنیتی کے زیر اثر زبردستی آپ لوگوں نے اسے غلط معنیٰ پہنا دیا ہے۔

یوں ہی ''مطاع العالم'' کی ترکیب میں ''عالم'' کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتبار سے زمان ومکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے۔ جس میں نہ کسی فرد کا استثناء ہے اور نہ کسی وقت کا۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطاع العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنگوہی صاحب کا محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر میں نے دیوبندی مناظر کو للکارتے ہوئے کہا کہ ''اعلیٰ حضرت'' کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لیے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہوجائے۔

اب سنبھل جایئے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ پر الٹ رہا ہوں۔ اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہولہان ہوجائیں تو میرے اوپر خون ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔

بریلی کے ایک ''اعلیٰ حضرت'' پر تو آپ لوگوں کے یہاں صف ماتم بچھی ہوئی ہے، لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے ''اعلیٰ حضرت'' آپ لوگوں نے تراش رکھے ہیں، شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔قوت ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنئے۔

یہ دیکھئے! میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب ''تذکرۃ الرشید'' ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ہیں۔اس کی جلد دوم کے صرف چار صفحے میں انہوں نے اپنے خانوادے کے مرشد اعظم حاجی امداد اللہ صاحب کو گیارہ جگہ ''اعلیٰ حضرت'' لکھا ہے۔صفحہ ۲۳۷ پر چار جگہ، صفحہ ۲۳۸ پر چار جگہ، صفحہ ۲۳۹ پر ایک جگہ اور صفحہ ۲۴۱ پر دو جگہ۔خود گنگوہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو ''تذکرۃ الرشید'' جلد اول کے صفحہ ۱۲۸ پر چھپا ہے، اپنے پیرومرشد حاجی صاحب کو دو جگہ ''اعلیٰ حضرت'' لکھا ہے۔اور جلد اول کے صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۲ اور صفحہ ۱۳۶ پر آپ کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب کو تین جگہ ''اعلیٰ حضرت'' تحریر فرمایا ہے۔ اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمایئے! ''تحفۃ القادیان''، یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔اس کے مصنف ہیں مولوی سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔اس کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

'' بحکم سیدی ومولائی قطب ربانی حکیم الامت اعلیٰ حضرت قاری طیب صاحب مدیر دارالعلوم دیوبند''

میرا وقت ختم ہو رہا تھا، اس لیے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا۔آپ نے اپنے گھر کے ''اعلیٰ حضرتوں'' کو سن لیا۔اب زحمت نہ ہو تو ان عبارتوں کے حوالے سے ذرا وہی الفاظ پھر دہرا دیجئے کہ

'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا گنگوہی اور مولانا تھانوی اپنے پیرومرشد کو ''اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے..............''

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دارالعلوم دیو بند کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو ”اعلیٰ حضرت“ کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے.........“

ہم نہ کہتے تھے اے داغؔ زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ رہے تھے۔وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا جب غوث الوریٰ کے دربار گہر بار کے ایک وارفتہ جگر درویش اور مسلک رضویت کے ایک پر سوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہا رہا تھا۔ [۱]

اخیر میں صرف دیگر مناظروں کی ایک اجمالی فہرست ملاحظہ فرمالیں؛

۱۔ پہلا مناظرہ جمشید پور [۲]
۲۔ دوسرا مناظرہ کٹک،اڑیسہ
۳۔تیسرا مناظرہ بھوابازار، چھپرا
۴۔ چوتھا مناظرہ نیر ضلع امروتی،مہاراشٹر
۵۔ پانچواں مناظرہ بولیا،مندسور راجستھان
۶۔ چھٹا مناظرہ جھریا،ضلع دھنباد
۷۔ ساتواں مناظرہ کٹک،اڑیسہ [۳]

۱۔ تجلیات رضا، ص:۱۷۰
۳۔ دیکھئے انوارالحدیث، ص:۵۰۳
۲۔ دیکھئے جام نور،رئیس القلم نمبر، ص:۷

شعر وسخن:

الجامعۃ الاشرفیہ میں دوران تعلیم ہی آپ کے اندر شعر وسخن سے دلچسپی دیکھی گئی اور آپ نے اپنے طلبہ کے لیے منعقد کی گئی شعری بزموں میں بھی شرکت کی، جب کہ آپ کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔اس حوالے سے ایک واضح اشارہ آپ کے اس انٹرویو میں بھی ہے جسے علامہ بدرالقادری مصباحی نے لیا تھا۔موضوع کی مناسبت سے یہ حصہ پڑھنے کے قابل ہے:

”میرے عہد طالب علمی میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں طلبہ کے درمیان ایک مشاعرہ ہوا، یہ دیکھنے کے لیے کہ کس طالب علم میں قوت شعر وسخن ہے اور کتنی ہے۔اس میں ایک مصرع طرح دیا گیا اور مشاعرہ کی ایک تاریخ مقرر ہوگئی۔اس مصرع پر سبھی طلبہ طبع آزمائی کرنے لگے۔انہیں دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ میں بھی اس میں حصہ لوں۔چنانچہ میں نے بھی اشعار لکھے۔.....“ ۱

یہ ابتدائی ذوق شعری اس وقت مزید نکھر گیا جب الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کے لیے ہونے والے چندے کے جلوس میں آپ کی نظم نے کمال کی پذیرائی حاصل کرلی۔آپ کی روایت کے مطابق اس نظم کا ایک شعر اس قدر جذباتی ہوگیا تھا کہ لوگ بار بار اصرار کرکے اسے پڑھواتے اور دل کھول کر ادارہ کی امداد کرتے۔آپ فرماتے ہیں:

”ایک دن میری بھی نظم کافی مؤثر ہوگئی اور خوب چندہ ہوا، یوں سمجھ لیجیے کہ روپے برسنے لگے۔ایک دو اشعار اس میں ایسے تھے کہ لوگ اسے بار بار پڑھواتے اور خوب نعرے لگاتے.......... جب اس نظم کا مقطع پڑھا گیا تو اس میں ارشدؔ کا نام آیا، حافظ ملت علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ یہ ارشد کون ہے؟ کسی نے کہا وہی ”غلام رشید“ ہے۔فرمایا کہاں ہے؟ بلاؤ۔میرے قریب ہی اپنی نظم سننے کے لیے کھڑا تھا۔خیر میں آیا تو حضرت نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور انعام بھی دیا، جس سے اور بھی اشتیاق بڑھا، مگر یہ بالکل ایک ضمنی چیز تھی، گویا یہ میرا اوڑھنا بچھونا نہیں بنا۔“ ۲

۱۔ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، جام نور دہلی، ص:۴۶

۲۔ نفس مصدر

آپ نے صدفی صد بجا فرمایا کہ شعروسخن پر کمال قدرت کے باوجود آپ نے اسے اپنی مصروفیات کا حصہ نہیں بنایا، ورنہ آج آپ کے کلام کا ایک بہت ہی ضخیم مجموعہ دنیائے ادب کے سامنے ہوتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنا کچھ بھی کلام آپ سے منسوب ہے وہ دنیائے شعروادب کا خوبصورت مرقع کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک کے معتبر نقاد اور قادر الکلام شاعر جناب کرامت علی کرامتؔ لکھتے ہیں کہ

”علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام کی وہ خصوصیت جو مجھے سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ یہ کہ اس میں تصنع زدہ رنگ آمیزی کا شائبہ تک نہیں گزرتا۔ اس میں وہ عشق نہیں جو محض دکھاوے کا ہو، وہ تڑپ نہیں جو دل کی گہرائیوں سے نہ نکلی ہو۔ موصوف کی نعتوں کا سرمایہ کمیت ومقدار کے اعتبار سے بہت کم سہی، لیکن کیفیت واثر آفرینی کے لحاظ سے کئی بھاری بھرکم دیوانوں پر بھاری ہے۔ ان کا اسلوب نہایت صاف ستھرا، عام فہم اور چبھتا ہوا ہے۔ ان کا نعتیہ کلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک اور صورتِ انور کا محض بیانیہ اظہار نہیں، بلکہ خالص عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ نیز وارداتِ قلبی پر مبنی وجدانی اور انجذابی کیفیت کا ایک ایسا انوکھا نمونہ پیش کرتا ہے جو ہمارے ادب میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔“ [۱]

نمونے کے طور پر صرف چند اشعار سنتے چلیے تاکہ جناب کرامت علی کرامت کا دعویٰ بلاثبوت نہ رہ جائے۔

ان کے روضے پہ بہاروں کی وہ زیبائی ہے
جیسے فردوس پہ فردوس اتر آئی ہے

مل گئی ہے سرِ بالیں جو قدم کی آہٹ
روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آئی ہے

۱۔ اظہارِ عقیدت، ص:۲۳

اس نعت پاک کا مقطع ملاحظہ فرمائیں، جس میں غضب کی روانی، سلاست اور ایک معلوم حقیقت کی نقاب کشائی بھی ہے۔

سر پہ سر کیوں نہ جھکیں ان کے قدم پر ارشدؔ
اک غلامی ہے تو کونین کی آقائی ہے

آپ کی ایک نعت پاک جو ہندو پاک میں شہرت دوام حاصل کر چکی ہے، اس کے بھی چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

بہرِ دیدارِ مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائیے
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

سدرۃ المنتہٰی عرش و باغِ ارم ہر جگہ پڑ چکے ہیں نشانِ قدم
اب تو اک بار اپنے غلاموں کے گھر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

شامِ امید کا اب سویرا ہوا سوئے طیبہ نگاہوں کا ڈیرا ہوا
بچھ گئے راہ میں فرشِ قلب و نظر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

سامنے جلوہ گر پیکرِ نور ہو منکروں کا بھی سرکار شک دور ہو
کر کے تبدیل اک دن لباسِ بشر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

دل کا ٹوٹا ہوا آبگینہ لئے جذبۂ اشتیاقِ مدینہ لئے
کتنے گھائل کھڑے ہیں سرِ رہگذر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

آپ کا نعتیہ مجموعہ منظر عام پر آچکا ہے، لہذا مناسب ہے کہ آپ کی شاعرانہ عظمت سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے لیے قارئین اسے دیکھ لیں۔

تصنیف وتالیف:

یہ وہ وصف خاص ہے، جو آپ کی عبقری شخصیت پر پوری طرح چھا سا گیا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اپنے اچھوتے اسلوب، شائستہ عبارت اور دلکش پیرائیہ بیان کی وجہ سے آپ کو ایسی عالمی شہرت حاصل ہوئی کہ جب بھی لوگوں کی زبانوں پر آپ کا اسم گرامی آتا ہے، عالم تصورات میں نگاہوں کے سامنے ایک صاحب طرز ادیب، جاذب نظر مصنف اور قرطاس وقلم کے بادشاہ کی تصویر آفتاب نیم روز کی طرح صاف وشفاف دکھائی دینے لگتی ہے اور فن آشنا ضمیر چیخ پڑتا ہے کہ ''رئیس التحریر'' اور ''رئیس القلم'' جیسے القابات بالکل الہامی ہیں، جو سرتاسر آپ کی شخصیت پر ایسے چسپاں ہوتے ہیں کہ جیسے ان کی وضع ہی آپ کے لیے ہوئی ہو۔

کہتے ہیں فن کی قدر ایک منجھا ہوا فنکار ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور واقعی صحیح ہے تو ذرا ایک جہاں دیدہ، قرطاس وقلم کا قدرداں اور بزرگ شخصیت پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ کی نپی تلی زبان میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ تبصرہ سنیے:

'' رئیس القلم علامہ ارشد القادری کی شیریں زبان وجادو بیانی ایک عطیہ ربانی تھی۔ ان کا قلم احساسات بوقلمونی کا ترجمان صادق تھا۔ وہ مصحف حیات میں سیرت فولاد کے حامل تو شبستان محبت میں حریر وپرنیاں کے قائل تھے۔

علامہ موصوف نثر نویسی کے ساتھ شعر گوئی پر بھی فن کارانہ قدرت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے مشن سے ہٹ کر شاعری کے لیے زیادہ وقت نہیں نکالا، تاہم جذبۂ عشق محمدی کی سرشاری نے ان سے نعتیں لکھوائیں، جو ان کی علو فکر، نزہت خیال اور شگفتگی مضامین پر دال ہیں۔ علامہ ارشد القادری اگر صرف عروس سخن کی ہی زلفیں سنوارتے تو معاصرین میں ان کا جواب مشکل سے ملتا۔'' [1]

۱۔ اظہار عقیدت، پشت ٹائٹل

قبل اس کے کہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں آپ کی تالیفات کی ایک اجمالی فہرست پیش کروں، بہت بہتر ہے کہ آپ کی نثر نگاری کے دو خوبصورت، دلکش اور جاذب نظر اقتباسات یہاں پیش کر دیے جائیں تاکہ آپ اسلوب بیان کی سحر طرازی کو خود ہی محسوس کر سکیں۔

[سرکار غوث الوریٰ کی عظمت مقام کا کیا پوچھنا؟ کہتے ہیں کہ ابھی فرش گیتی قدموں کی ٹھوکر سے سرفراز بھی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے خورشید کمال کا سپیدۂ سحر دلوں کے آفاق پر چمک رہا تھا۔ رحمت و نور کے کتنے ہی آبشاروں نے اس بحر بیکراں سے زندگی کی خیرات مانگی اور وقت کے بڑے بڑے مسند نشینوں نے اپنے امیر کشور کی آمد کے غلغلے بلند کیے، سرکار غوث الوریٰ کی کتاب زندگی کا یہی وہ باب ہے جسے پڑھنے کے بعد اقلیم ولایت میں ان کی شہنشاہی کا یقین چمکنے لگتا ہے۔

انبیاء سابقین نے ہزاروں سال پیشتر اگر مطلع رسالت پر ایک آفتاب کے طلوع ہونے کی خبر دی تھی تو یہاں بھی مظہر اتم کی شان یوں جلوہ گر ہوئی کہ ظہور سے سینکڑوں سال قبل روئے زمین کے اولیاء کاملین نے ولایت کے آفاق پر ایک خورشید کے چمکنے کی بشارتیں دیں، ان کے مناقب و محامد کے خطبے پڑھے اور ہراول دستوں کی طرح دلوں کی سرزمین کو ایک شہنشاہ کی جلوہ گری کے لیے ہموار کیا۔] ا

اسی طرح سیدی حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرتے ہوئے بڑے ہی منفرد انداز میں کہتے ہیں:

[مفتی اعظم کون تھے؟ ......اس کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ وہ ایک سچے نائب رسول، ایک قدسی صفت بزرگ اور ایک راسخ الاعتقاد مرد مؤمن تھے........ وہ اخلاص ویقین اور عشق و وفا کا ایک پیکر جمیل تھے........ وہ سلف صالحین کی ایک زندۂ و تابندہ روایت تھے........ وہ ائمۂ اسلام اور مشاہیر امت کا نقش حیات تھے........ وہ اولیاء اللہ کی برکت

ا۔ شخصیات، ص: ۱۰

وفیضان کا جلوۂ زیبا تھے .... وہ عقل وعشق، فقر وغنا، علم وعمل اور شریعت وطریقت کے دریاؤں کا سنگم تھے .... وہ غوث الوریٰ کے الطاف وعنایات کا گہوارۂ فیض تھے .... وہ امام ابوحنیفہ کی فکر، امام رازی کی حکمت، امام غزالی کا تصوف اور مولائے روم کا سوز وگداز تھے .... وہ خواجۂ ہند کی شاہانہ سطوت واقتدار کے وارث تھے۔

وہ دینی وقار اور اسلامی غیرت کا ایک ایسا نادرالوجود نمونہ تھے جس کی مثال صرف تاریخ کے اوراق میں ملتی ہے۔ آج کے دور میں ان کا کوئی مماثل نظر سے نہیں گزرا۔ ان کی پرنور صورت حقانیت وصداقت کی ایک ایسی روشن کتاب تھی، جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔

وہ علم وعرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے، جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا..... وہ اسلام وسنیت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے ..... جدھر سے گزرے فضا معطر ہوگئی...... وہ کفر ونفاق کی سیاہ راتوں کے لیے ارشاد وہدایت کا سپیدۂ سحر تھے...... دلوں کے آفاق پر جب بھی وہ طلوع ہوئے فکر واعتقاد کی تاریک وادیوں میں صبح یقین کا اجالا پھیل گیا۔

جسے چھو دیا شفا مل گئی .... دعا دی تو مقدر سنور گیا........ جہاں قدم رکھا بہار آ گئی......... جس جگہ بیٹھ گئے میلہ لگ گیا...... اِدھر نگاہ التفات اٹھی اُدھر مشکلات کی گرہ کھلی......... اِدھر مسکرا کے دیکھا اُدھر کامرانیوں کا سویرا ہوا۔] ۱

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں اسلوب بیان کی جاذبیت! اگر نیزے کی انی سے جسم کے گھائل ہونے کی روایت صحیح تسلیم کی جاتی ہے، تو نوک قلم کی ضرب سے قلب ونظر کے زیر وزبر ہونے کی واردات بھی کسی طور غلط نہیں ......اور پھر اگر شیریں کلامی، شائستہ لب ولہجے اور تقدس مآب پیشانی پر چمکتی ہوئی نورانیت سے کسی کا سر تسلیم خم کرنا ممکن ہو، تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سحر انگیز پیرایۂ بیان، جاذب نظر تحریر اور دلکش اسلوب سے بھی نہاں خانۂ دل میں عشق وایمان، سوز وگداز اور رحمت وانوار کی شمعیں روشن کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ شخصیات، ص: ۵۲

تصنیفات کی فہرست

۱۔ زلزلہ
۲۔ زیروزبر
۳۔ تبلیغی جماعت
۴۔ جماعت اسلامی
۵۔ انوار احمدی
۶۔ رسالت محمدی کا عقلی ثبوت
۷۔ سرکار کا جسم بے سایہ
۸۔ محمد رسول اللہ قرآن میں
۹۔ دور حاضر میں منکرین رسالت کے مختلف گروہ
۱۰۔ دل کی مراد
۱۱۔ جلوۂ حق
۱۲۔ شریعت
۱۳۔ نقش کربلا
۱۴۔ لسان الفردوس (تین حصے)
۱۵۔ مصباح القرآن (تین حصے)
۱۶۔ فن تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام امتیاز
۱۷۔ ایک سفر دہلی سے سہارنپور کا
۱۸۔ لالہ زار
۱۹۔ تعزیرات قلم
۲۰۔ دعوت انصاف

۲۱۔ شخصیات (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۲۔ تجلیات رضا (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۳۔ اظہار عقیدت (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۴۔ عینی مشاہدات (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۵۔ بزبان حکایت (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۶۔ خطبات استقبالیہ (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)
۲۷۔ حدیث، فقہ اور جہاد کی شرعی حیثیت (مصنف کتاب ھذا کی ترتیب شدہ)

زیر ترتیب کتابیں

۲۸۔ الامن والعلیٰ کی تلخیص وتسہیل: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ وتکمیل)
۲۹۔ تفسیر ام القرآن: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ وتکمیل)
۳۰۔ صدائے قلم: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (خطوط کا مجموعہ)
۳۱۔ افکار ونظریات: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مقالات کا مجموعہ)
۳۲۔ مطالعہ دیوبندیت: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (مع اضافہ وتکمیل)
۳۳۔ علم وآگہی: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (ملی مسائل پر بے لاگ تبصروں کا مجموعہ)
۳۴۔ سحر البیان: خطابات کا مجموعہ

غروب آفتاب:

علم وحکمت، فکر وفن اور خداداد فضائل وکمالات کے جامع حضرت قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ۷۷ سالوں تک دین وملت کی بھر پور خدمت کرتے رہے، جس کی ایک مختصر سی جھلک آپ نے پچھلے اوراق میں دیکھی ہے۔ موت ایک ایسی حقیقت کا نام ہے کہ جس سے اعراض ممکن ہی نہیں۔ ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔

سو ہمارے ممدوح بھی اپنی عمر کے آخری دو تین سال موت وزندگی سے نبرد آزما رہے۔ ہوا یہ کہ آپ کو تسلسل بول کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ کئی بار ہاسپٹل میں داخل کیے گئے اور علاج ہوا۔ جب افاقہ ہوجاتا پھر اپنی ہمہ جہت مصروفیتوں میں لگ جاتے اور جماعتی فلاح و بہودی کے حوالے سے منصوبہ بندیاں شروع ہوجاتیں۔ اس طرح وہ آرام نہ مل سکا جو طبیبوں کے مطابق ضروری تھا اور طبیعت دن بدن بگڑتی چلی گئی۔ بعد میں بہتر سے بہتر علاج کی تلاش میں انہیں دہلی لایا گیا۔

آخر کار فکر وفن، علم وادب، اور قرطاس وقلم کا روشن وتابناک آفتاب ۲۹ راپریل ۲۰۰۲ء شام کے چار بج کر پینتیس منٹ پر ہمیشہ کے لیے غروب ہوا اور صبح ہوتے ہوتے کائنات کے شش جہات میں تاریکی پھیل گئی۔

حضرت کا جسد خاکی بذریعہ طیارہ رانچی لایا گیا جہاں سیاسی عمائدین کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنے محبوب قائد کے آخری دیدار کے لیے جمع تھے۔ وہاں سے کاروں کے قافلے میں جمشید پور پہنچا۔ کہتے ہیں کہ جمشید پور کے جن علاقوں سے جسد خاکی کے گزرنے کی توقع تھی، وہاں قدم قدم پر سوگوار قطار در قطار منتظر تھے۔ لوگوں نے اظہار غم کے لیے بغیر کسی کے کہے خود ہی اپنے کاروبار بند کر دیے اور سڑکیں ویران وسنسان محسوس

ہونے لگیں ۔ پورے ملک سے عقیدت کیشوں کے قافلے ریلوے اسٹیشن پر اترتے اور سبھوں کا رخ مدرسہ فیض العلوم کی طرف ہوجاتا۔لوگ بسوں اور ذاتی کاروں میں دور ونزدیک سے پہنچ رہے تھے۔ہندوستان کے مدارس اہل سنت کے ذمہ دار علمائے کرام، خانقاہوں کے مشائخ اور مختلف تنظیموں سے تعلق رکھنے والے نمائندوں کا قافلہ اتر رہا تھا۔

یکم مئی ۲۰۰۲ء بعد نماز ظہر جسد خاکی کو غسل دیا گیا اور بعد نماز عصر استاذ الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی ۔عینی شاہدین کی روایت کے مطابق جنازے کا جلوس اس قدر پر ہجوم تھا کہ تاحد نگاہ ہر طرف صرف سر ہی سر نظر آرہا تھا۔گو کاندھا دینے والوں کے جذبہ واشتیاق کے پیش نظر جنازے کے دونوں طرف لمبے لمبے بانس باندھ دیے گیے تھے،لیکن پھر بھی جذبات کے تلاطم کا عالم یہ تھا کہ بھیڑ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی ۔ بڑی مشکلوں کے بعد کسی طرح جنازہ لحد میں اتارا گیا اور پھر کئی گھنٹوں تک لوگ پرنم آنکھوں کے ساتھ قبر پر مٹی ڈال کر اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرتے رہے۔

آپ کا مزار پرانوار مدرسہ فیض العلوم کی تعلیمی عمارت اور مکہ مسجد کے درمیان ہے، جہاں ایک طرف قرآن مقدس کی رس گھولتی ہوئی آواز سے آپ محظوظ ہورہے ہیں، وہیں دوسری جانب نماز کے لیے دی جانے والی آذانیں جذبہ وترنگ کو تھپکیاں دے دے کر سلا رہی ہیں۔

عرض سوم

دعوت اسلامی کی بنیاد

اس میں ذرہ بھر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اہل سنت وجماعت کی ترقی وفلاح، استحکام ومضبوطی اور ترویج واشاعت کے لیے وقف کررکھا تھا۔ اس حوالے سے جس محاذ پر بھی آپ کی عقابی نگاہوں نے کوئی کمی دیکھی، فوراً اس کے تدارک کے لیے کمر باندھ کر میدان عمل میں کود پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جس کونے میں بھی آپ تشریف لے گئے، وہاں کی دینی ضرورتوں کے پیش نگاہ کوئی نہ کوئی تحریک ضرور چھیڑ دی۔ کبھی اہل سنت وجماعت کا ادارہ قائم کردیا، کبھی علاقے کے لوگوں کے لیے مسجد کی بنیاد ڈال دی، کبھی وہاں کے فعال ومتحرک لوگوں پر مشتمل کسی انجمن کی داغ بیل ڈال دی اور کبھی لوگوں کی توجہ کسی ایسے امور کی طرف موڑ دی جس سے جماعت کے فلاح وبہودی کی راہ آسان ہوسکے۔ قاہد اہل سنت علیہ الرحمہ کی کتاب زندگی کے اوراق چھاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ جہاں بھی گئے اپنی اسی فطرت ثانیہ کے ساتھ گئے۔ موضوع کی مناسبت سے ہم ان کے سفر کراچی کی روداد قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

کراچی کا تاریخی سفر:

زندگی میں ویسے تو آپ نے احباب کی دعوت پر بارہا کراچی کا سفر کیا، لیکن سر دست یہاں پر صرف اس سفر پر گفتگو کی جائے گی، جس کا براہ راست تعلق دعوت اسلامی کے قیام کی تحریک سے ہے۔

باوثوق اطلاعات کے مطابق قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اگست ۱۹۸۱ء میں پہلی بار کراچی، پاکستان کا دورہ کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ کا قیام جامعہ امجدیہ کراچی کے ایک حجرے میں ہوا۔ اس سفر سے قبل بیرونی ممالک میں اہل سنت و جماعت کی آواز زمین کی وسعتوں تک پہنچانے کے مقصد سے ورلڈ اسلامک مشن نامی عالمی تنظیم کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرنے والوں میں آپ کی شخصیت نمایاں رہی تھی۔ جب کراچی پہنچے تو ایک ایسی تنظیم کا خاکہ ذہن وفکر میں چھایا ہوا تھا، جو دعوت واصلاح کے مدنی پیغام کو عملی سطح پر آبادیوں میں پہنچا سکے۔

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی اس فکری جولانیت کی تصدیق کے لیے مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ کی تحریر کا یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہے:

" مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ پاک و ہند اور بیرونی دنیا میں مسلک اہل سنت و جماعت کی انہوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ چند سال قبل دار العلوم امجدیہ کراچی میں ان سے پہلی بار شرف نیاز حاصل ہوا جب کہ وہ اہل سنت کے لیے ایک تبلیغی جماعت کا لائحۂ عمل تیار فرما رہے تھے۔ وہ دستور العمل آج دعوت اسلامی کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔ بیشک دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ "[1]

۱۔ حجاز جدید، ص:۵۰، شمارہ ستمبر ۱۹۹۱ء

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے دعوت اسلامی کا دستور العمل بنانے کا تذکرہ اپنے اس مضمون میں بھی کیا ہے، جو غزالی دوراں حضرت علامہ سعید احمد کاظمی کے حوالے سے ہے۔

تاریخی حقائق کے اجالے میں یہ عبارت پڑھیے:

" خدا کا شکر ہے کہ مجھے غزالئ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت سے مشرف ہونے کا متعدد بار موقع ملا۔ پہلی بار حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے دولت کدے پر اس تاریخی اجتماع میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جس میں "دعوت اسلامی" کے نام سے اہل سنت کے ایک تبلیغی اور اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔ اور جس میں پاکستان کے اکثر اکابر اہل سنت تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے مجھے "دعوت اسلامی" کا لائحۂ عمل پیش کرنا تھا۔ جسے میں نے استاذ العلماء حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی وقارالدین رضوی اور رئیس الافاضل حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی کے اصرار پر مرتب کیا تھا۔ مفتی صاحب موصوف کی نظر میں لائحۂ عمل کی اتنی زبردست اہمیت تھی کہ انہوں نے مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے دارالعلوم امجدیہ کے ایک کمرے میں کئی دنوں تک نظر بند کر دیا تھا۔ " [1]

صد افسوس کہ کراچی کی سرزمین پر منعقد ہونے والی اس عظیم الشان تاریخی میٹنگ میں شریک ہونے والے اکثر اکابرین علمائے اہل سنت وجماعت اس دنیا میں نہیں رہے۔ کاش زندگی نے انہیں مزید مہلت دی ہوتی یا اس موضوع پر لکھنے کا خیال مجھے کچھ عرصہ پہلے آ گیا ہوتا تو ان اکابرین کی عینی شہادتوں پر مشتمل حقائق نامے کی ایک دستاویز اس کتاب کے ساتھ منسلک کی جا سکتی تھی۔ بہر کیف شرکاء میٹنگ میں سے جو چند علماء اب بھی بقید حیات ہیں، ان میں جامعہ مہریہ کے بانی اور علامہ شاہ بندیالوی علیہ الرحمہ کے خاص شاگرد مولانا شاہ حسین گردیزی ہندو پاک کے علمی حلقوں کے لیے محتاج تعارف نہیں ہیں۔

۱۔ شخصیات: قائد اہل سنت علیہ الرحمہ، مرتب: ڈاکٹر غلام زرقانی، ص:۷۹

فخرِ صحافت مولانا خوشتر نورانی مدیر اعلیٰ ماہنامہ جام نور دہلی نے چند ماہ قبل ان سے ایک تفصیلی انٹرویو لیا تھا۔ دورانِ گفتگو ''دعوتِ اسلامی'' کی بنیاد و ارتقاء کے حوالے سے کیے گئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بڑی دیانت داری اور صراحت کے ساتھ انہوں نے تاریخی حقائق کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ ۱۹۸۱ء کی بات ہے، علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے مجھے اپنے گھر پر یہ کہہ کر مدعو کیا کہ آپ آئیں، دیگر علما بھی ہوں گے، وہاں کچھ باتیں ہوں گی۔ جب میں ان کے دولت کدے پر پہنچا تو وہاں حضرت شاہ احمد نورانی کے علاوہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب، علامہ احمد سعید کاظمی صاحب، مولانا شفیع اوکاڑی صاحب، علامہ ارشد القادری صاحب اور دیگر علما موجود تھے۔ وہاں پہلی مرتبہ میں نے علامہ ارشد القادری صاحب کو دیکھا، اس سے پہلے میں ان کی تصنیف ''زلزلہ'' پڑھ چکا تھا اور خاصا متاثر تھا۔ حضرت شاہ احمد نورانی صاحب کے گھر پر میٹنگ کا آغاز ہوا، جس میں سب سے پہلے علامہ ارشد القادری صاحب کھڑے ہوئے اور ایک عالمی تبلیغی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کا مکمل منصوبہ پیش کیا، موجودہ تحریک دعوتِ اسلامی میں آج جو اصطلاحات رائج ہیں انھیں پیش کیا، اس تحریک کا نام ''دعوتِ اسلامی'' بھی انہوں نے ہی رکھا اور ''اسلامی بھائی'' کی اصطلاح بھی انہوں نے ہی پیش کی۔ علامہ ارشد القادری صاحب کے اس منصوبے سے سبھی موجود اکابر علما و مشائخ نے اتفاق کیا اور اسے کافی سراہا۔ حضرت علامہ کے بعد علامہ احمد سعید کاظمی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ''یہ فقیر دعوتِ اسلامی کا تبلیغی نصاب تیار کرے گا'' اس کے بعد علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب نے اس کی تائید و تحسین کی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس وقت علامہ ارشد القادری صاحب نے کھڑے ہو کر ایک بڑی اہم بات کہی تھی کہ ''میں نے تبلیغی جماعت کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے، لیکن اس کا صحیح جواب وہ نہیں ہے، اس کا صحیح جواب ''دعوتِ اسلامی'' نامی تحریک ہوگی''۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی اہم باتیں ہوئیں۔

اخیر میں علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ ''دعوت اسلامی'' کو میری پوری تائید وحمایت حاصل رہے گی، لیکن بظاہر میں اس سے دور رہوں گا، چونکہ میں یہاں حزب اختلاف میں ہوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے دعوت اسلامی کے کاموں میں حکومت رخنہ انداز ہو- اس مجلس میں یہ طے نہیں ہوا تھا کہ اس کا امیر کون ہوگا، بعد میں کیا ہوا اس کا مجھے علم نہیں- ہوسکتا ہے کہ علامہ ارشد القادری صاحب نے بعد میں یہ طے کیا ہو یا یہ کہ خود بڑھ کر مولانا الیاس قادری اس کے امیر بن گئے ہوں-'' ا

دعوت اسلامی کے قیام کے حوالے سے جب علمائے کرام سے تبادلۂ خیال ہوا تو سبھوں نے اسے وقت کی اشد ترین ضرورت سے تعبیر کیا۔ اب چونکہ اس تحریک کی فکر قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی تھی، اس لیے علمائے کرام نے آپ سے درخواست کی کہ اس کا دستور العمل بھی آپ ہی ترتیب دیں۔ چشم دید معتمد علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ کئی دنوں کی یکسوئی کے بعد جب قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے دعوت اسلامی کا دستور العمل مرتب کرلیا تو ورلڈ اسلامک مشن کے صدر علامہ الشاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ نے یکم ستمبر ۱۹۸۱ء کو اپنے دولت کدے پر ایک عشائیہ کا اہتمام کیا، جس میں پورے پاکستان سے اکابرین علمائے اہل سنت وجماعت اور ارباب حل وعقد نے شرکت کی۔ معمول کے مطابق وقت مقررہ پر میٹنگ کی کاروائی شروع ہوئی۔ دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت پر تبادلہ خیال ہوا اور پھر آپ نے کھڑے ہوکر اپنا بنایا ہوا دستور العمل مجمع کو پڑھ کر سنایا۔ کئی مقام پر علمائے کرام نے اپنے مفید اور ضروری مشورے دیے جسے شکریہ کے ساتھ قبول بھی کیا گیا۔ اس تاریخی میٹنگ کی رپورٹ بعض رسائل وجرائد میں بھی چھپی اور اہل سنت وجماعت کے عوام وخواص دونوں نے اسے تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔

ا۔ جام نور، ص:۴۲،۴۳، شمارہ جون ۲۰۱۱ء

روزنامہ جنگ میں شائع شدہ رپورٹ:

جیسا کہ ابھی گزرا اس تاریخی میٹنگ کی رپورٹ جلی حرفوں میں روزناموں اور رسائل وجرائد میں چھپی تھی۔ سردست روزنامہ جنگ کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

” لادینیت کے سیلاب کو روکنے کے لیے عالمی پیمانے پر تبلیغ کی ضرورت ہے

علامہ ارشد القادری، مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ عبد المصطفٰی ازہری کا عشائیہ سے خطاب

کراچی، ۲ر ستمبر: ورلڈ اسلامک مشن کے نائب صدر اور بھارت کے مشہور عالم اور ادیب علامہ ارشد القادری نے کہا کہ لادینیت کے سیلاب کو روکنے کے لیے عالمی پیمانے پر تبلیغی وفود کی تیاری انتہائی ضروری ہے اور اس کے لیے دنیا کے تمام مسلمانوں کو متحد و منظّم ہو کر کام کرنا چاہیے۔ یہ بات انہوں نے گذشتہ شب ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی جانب سے ان کی رہائش گاہ پر دیے گئے عشائیہ میں کہی۔

علامہ قادری نے کہا کہ تبلیغ دین وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اس سے روگردانی کی تو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ انہوں نے اس سلسلے میں عشائیہ میں شریک ملک کے ممتاز علمائے کرام کی توجہ مبذول کرائی اور کہا کہ مدرسہ، خانقاہیں اور مساجد کے ذریعہ بلاشبہ صحیح خطوط پر کام ہو رہا ہے، لیکن یورپ، افریقہ اور دیگر ممالک میں آج بھی تربیت یافتہ مبلغین کی سخت ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ اسلامک مشن اپنے طور پر پہلے ہی سرگرمی کے ساتھ تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے، لیکن ضرورت ہے کہ اس کام کو منظّم طریقے سے مزید پھیلایا جائے۔

اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ورلڈ اسلامک مشن کا قیام مکہ معظّمہ میں عمل میں آیا اور اس کی پہلی عالمی تبلیغی کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی، جس میں عالم اسلام کے نمائندوں نے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر جماعت اہل سنت کے صدر علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اعلان کیا کہ تبلیغی نصاب کی تیاری کے لیے وہ بھرپور تعاون کریں گے۔ علامہ عبدالمصطفٰی ازہری نے اپنی تقریر میں کہا کہ عوام اہل سنت اس تبلیغی پروگرام کو کامیاب بنانے میں پورا تعاون کریں گے۔

مولانا نورانی صاحب کے عشائیہ میں علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، پیر طریقت صوفی محمد فاروق رحمانی، علامہ عبدالمصطفٰی ازہری، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، مفتی وقار الدین، صاحبزادہ عبدالتواب اچھروی، مفتی محمد حسین قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مفتی غلام قادر کشمیری، مفتی شجاعت علی قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا شبیر احمد ازہری، مولانا محمد حسن قادری، مولانا قاری نثار الحق، مولانا قاری رضاء المصطفٰی اعظمی، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مفتی احمد میاں برکاتی اور مولانا محمد یوسف سمیت کثیر تعداد میں علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔ ” [1]

دعوت اسلامی کے لیے امیر کا انتخاب:

دعوت اسلامی کے قیام کے بعد علمائے کرام نے امارت کے منصب کے لیے کسی ایسی شخصیت کی تلاش شروع کردی جو ایک تحریک کو کامیابیوں سے ہمکنار کر سکے۔ چونکہ یہ ایک نہایت ہی اہم منصب تھا، جسے عجلت میں کسی کو تفویض کر دینا، جماعت کے حق میں نا قابل تلافی نقصان کا باعث ہوسکتا تھا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق اسی طرح کی ایک مجلس میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ، علامہ عبدالمصطفٰی ازہری علیہ الرحمہ، مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ، مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ، قاری رضاء المصطفٰی اور پیر طریقت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے کافی غور وخوض کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس قادری صاحب کا انتخاب کیا۔

۱۔ روزنامہ جنگ و روزنامہ نوائے وقت کراچی، ۲۳/ستمبر ۱۹۸۱ء

اس میٹنگ کے ایک گواہ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفٰے مدظلہ العالی امام وخطیب نیومیمن مسجد کراچی بھی ہیں۔ ان کی روایت کے مطابق یہ نشست جامعہ امجدیہ کراچی میں ہوئی تھی، جس میں شہر کے ذمہ دار علمائے کرام، ائمہ مساجد اور ذی اثر عمائدین اسلام جمع ہوئے اور سب کی موجودگی میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے مولانا الیاس قادری عطاری کے سر پر دستار امارت لپیٹی اور انہیں دعوت اسلامی کے فکری خاکہ کو محسوسات کی شکل میں زمین پر منتقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ [1]

"دینی نصاب" کا تقاضہ:

''دعوت اسلامی'' کے لائحۂ عمل میں آپ پڑھیں گے کہ تنظیم کے اجتماعات میں دعوت واصلاح کے لیے جس کتاب کے درس دیے جانے کی ہدایت کی گئی ہے، اسے ''دینی نصاب'' کے نام سے موسوم کرایا گیا ہے۔ کراچی میں ہونے والی علمائے کرام کی نشست میں غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اس کتاب کو ترتیب دیں گے، لیکن افسوس کہ ان کی عمر وفا نہ کرسکی اور وہ اس تنظیم کی بنیاد کے ٹھیک چار سالوں بعد ہی ۱۹۸۵ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اس طرح حضرت غزالی دوراں علیہ الرحمہ کے قلم سے اشاعت پذیر ہونے والی ''دینی نصاب'' کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ آپ کے وصال کے بعد امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس قادری عطاری نے حضور قائد اہل سنت علیہ الرحمہ سے ''دینی نصاب'' تصنیف کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ اس حوالے سے جو چند خطوط انہوں نے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے نام لکھے ہیں، ان میں خصوصیت کے ساتھ دینی نصاب کی گزارش کی گئی ہے، بلکہ خط کے اختتام پر اپنے دستخط سے قبل بھی ''منتظر دینی نصاب'' نامی کلمات واضح طور پر مرقوم ملتے ہیں:

۱۔ مصنف کے ساتھ ذاتی گفتگو، ۵ دسمبر ۲۰۱۱ء، بوقت دو بجے شب

[حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ بندہ خیریت سے ہے۔ رمضان المبارک میں مسلمانوں کے مذہبی جوش ولگن سے فائدہ اٹھانے کے لیے دعوت اسلامی کی جانب سے خصوصی پروگرام مرتب کیے گیے۔ یہ خصوصی پروگرام آخری عشرہ کا اعتکاف تھا۔آپ کو یہ سن کر حیرت اور خوشی ہوگی کہ دعوت اسلامی کی تحریک کی بنا پر مرکز جامع مسجد گلزار حبیب میں ساٹھ افراد نے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا جو کراچی شہر میں کسی ایک مسجد میں معتکفین کی سب سے زیادہ تعداد تھی۔..........ان حالات کے پیش نظر میں آپ سے پھر یہ استدعا کرتا ہوں کہ براہ کرم جلد از جلد دینی نصاب کو مرتب کر کے روانہ کریں تا کہ دعوت اسلامی کی مقبولیت متاثر نہ ہو۔

دینی نصاب کا منتظر

محمد الیاس قادری عفی عنہ] ا

ایک دوسرے خط میں مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی دعوت اسلامی کی سرگرمیوں کے حوالے سے گفتگو کرنے کے بعد درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی

السلام علیکم

بندہ بفضلہٖ تعالیٰ خیرت سے ہے۔دعوت اسلامی کے احوال عرض ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کے فضل وکرم سے دعوت اسلامی اپنی منزل کی طرف تیزی سے رواں ہے۔ اس وقت دعوت اسلامی نے پورے کراچی کو کَوَر کرلیا ہے۔ تقریبا ۳۰۰ مساجد میں دعوت اسلامی کے تحت ''مکاشفۃ القلوب'' کا درس دیا جارہاہے۔

ا۔ یہ خط مصنف کتاب کی تحویل میں ہے جس میں تاریخ درج نہیں ہے۔

نتیجۃً عوام اہل سنت میں بیداری کی عام لہر دوڑ گئی ہے اور سنی قوم جو ایک طویل عرصے سے اپنے پلیٹ فارم کی متلاشی تھی دھڑا دھڑ دعوت اسلامی کے قافلے میں شامل ہو رہی ہے۔ ضلع کراچی کا مرکزی اجتماع بڑی سادگی لیکن بھرپور انداز پر شہر کے وسط میں واقع جامع مسجد گلزار حبیب میں ہر جمعرات کو منعقد ہو رہا ہے، جس نے سینکڑوں غافلوں کی زندگیوں میں انقلاب عظیم بپا کر دیا ہے۔ اب دعوت اسلامی کی تحریک کراچی سے باہر نکل چکی ہے اور اندرون سندھ ضلع بدین اور کھوسکی کی ۱۷ میں سے ۱۵ مساجد میں سلسلہ درس اور ضلعی مرکزی اجتماع شروع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں حیدر آباد میں کراچی سے تقریباً سو افراد پر مشتمل ایک قافلہ گیا تھا۔ اس دورے کے نتیجے میں حیدر آباد کی کئی مساجد مین سلسلہ درس شروع ہو گیا ہے۔ دعوت اسلامی کی اس تحریک کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیے رمضان المبارک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے دار العلوم امجدیہ میں مفتی ظفر علی نعمانی، مفتی وقار الدین وغیرہ کے بھرپور تعاون سے پاکستان بھر سے آئے ہوئے علمائے کرام کا ایک اجلاس منعقد کیا، جس میں دعوت اسلامی، اس کے طریقہ کار اور کراچی میں اس کی زبردست کامیابیوں سے متعارف کرایا گیا اور ہر علاقے میں دعوت اسلامی کے کام کو شروع کرنے پر زور دیا گیا۔ اس اجلاس کا بڑا ہی اچھا نتیجہ نکلا۔ پاکستان بھر سے آئے ہوئے علمائے کرام نے دعوت اسلامی کی پکار پر لبیک کہا اور انشاء اللہ بہت جلد بلوچستان، سرحد، پنجاب اور سندھ میں دعوت اسلامی کا کام بھرپور انداز میں شروع ہو جائے گا۔

آپ کام کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ ہم ابھی تک تقریباً ۵۰۰ مکاشفۃ القلوب مساجد میں سلسلہ درس کے لیے کراچی اور مختلف اضلاع میں تقسیم کر چکے ہیں او مانگ اس قدر ہے کتاب مارکیٹ میں شارٹ پڑ گئی اور ہمیں مجبوراً اپنے کام کو جاری رکھنے کے لیے ۲۴۰۰۰ کے صرفہ سے ایک ہزار کتابیں چھپوانی پڑی جو مساجد میں سلسلہ درس شروع کرنے کے لیے دعوت اسلامی کی جانب سے مفت تقسیم کی جا رہی ہیں اور حالات وسعت ایسے ہیں کہ یہ کتابیں بھی کم پڑ جائیں گی۔

حضرت! یہ ہے صورت حال! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ''دینی نصاب'' کے خلاء کو پر کرنے کے لیے عارضی طور پر ہم نے مکاشفۃ القلوب کو رائج کیا تھا، جو ایک اچھی کتاب ہے، لیکن دعوت اسلامی کے مقاصد سے مکمل طور پر ہم آہنگ نہیں اور نہ ہی یہ کتاب دعوت اسلامی کے مطلوبہ ذہن تیار کرسکتی ہے۔ دعوت اسلامی کے مقاصد سے ہم آہنگ اور اس تحریک کے لیے مطلوبہ ذہن صرف ''دینی نصاب'' ہی پیدا کرسکتی ہے، لیکن افسوس کہ اس کتاب کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں۔ مطلوبہ لٹریچر کے اس خلاء کی وجہ سے ہمیں بڑی پریشانی کا سامنا ہے اور اب بھی یہ کتاب منظر عام پر نہ آئی تو دعوت اسلامی کی رفتار وسعت سست پڑ جائے گی..........

ان حالات کے پیش نظر حضرت آپ اپنی دیگر تمام مصروفیات کو ایک طرف رکھ کر جلد از جلد اس کتاب کو ترتیب دے کر ہمیں روانہ کریں.........

''دینی نصاب'' کا منتظر

محمد الیاس قادری [۱

"دعوت اسلامی" کی حمایت:

اب ذرا دل تھام کر اس افسوسناک حادثہ کی روداد بھی سنتے چلیے کہ جس کے گواہ دارالعلوم غوثیہ رضویہ، سہارنپور کے کئی علمائے کرام ہیں۔ اس واقعہ کے ذیل میں جہاں ایک طرف اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے دعوت اسلامی کی حمایت ونصرت کی ہے، وہیں دوسری طرف یہ بات بھی خود انہی کی زبان سے واضح ہوجاتی ہے کہ تحریک دعوت اسلامی انہی کے اخاذ ذہن وفکر کی پیداوار ہے۔

۱۔ یہ خط مصنف کتاب کی تحویل میں ہے، جس میں تاریخ درج نہیں ہے۔

”یہ واقعہ ۲۰۰۰ء کا ہے، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ باحیات تھے اور اپنی زندگی کے آخری دور سے گزر رہے تھے، اس وقت وہ حکیم سید محمد احمد صاحب کے زیر علاج تھے اور اس سلسلے میں انہی کے ادارے جامعہ غوثیہ رضویہ پیر والی گلی سہارنپور میں فروکش تھے، اس ادارے کی سرپرستی خود حضرت علامہ کیا کرتے تھے اور انہی کی تحریک پر سنیت کی اشاعت کے لیے بدمذہبوں کے درمیان یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ وہاں قیام کے دوران سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے ۷۸۶ واں سالانہ عرس کی تاریخ آ گئی اور ادارے میں ایک بڑی محفل کا انعقاد کیا گیا، جس میں شہر کے سیکڑوں خوش عقیدہ افراد نے بھی شرکت کی۔ اس روحانی محفل کے اختتام کے بعد اچانک ایک شخص اٹھا اور دعوت اسلامی کی مخالفت میں ایک کتابچہ بعنوان ”ایمان کی حفاظت کیسے کریں؟“ تقسیم کرنے لگا، روحانیت کی ایسی محفل میں اس بدمزگی سے لوگ حیران و پریشان چہ می گوئیاں کرنے لگے، ماحول زیادہ خراب اور کشیدہ نہ ہوجائے یہ سوچ کر مولانا مجیب الرحمٰن علیمی (استاذ: جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد) جو اس وقت ادارے کے طالب علم تھے اور ان کے کچھ ساتھی اس کتابچے کو لے کر دوڑتے ہوئے حضرت علامہ کے پاس پہنچے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت نے کتابچہ دیکھتے ہی غصے سے فرمایا کہ ”جاؤ! اسے فوراً روکو اور پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔“ طلبہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس شخص کو حضرت کے روبرو لا کھڑا کیا، اس شخص سے جب اس کا نام اور اتا پتا پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ بریلی کا رہنے والا کوئی سعید حسن انجینئر ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا اور اس کی اس مذموم حرکت پر حضرت نے اسے خوب ڈانٹا پھٹکارا۔ وہاں کے جو اساتذہ مثلاً مولانا عبدالقیوم صاحب، مولانا غلام غوث مصباحی صاحب، مولانا اشتیاق صاحب وغیرہ اور جو طلبہ موجود تھے وہ بتاتے ہیں کہ حضرت اس شخص کو ڈانٹتے ڈانٹتے درد و کرب سے زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ: ”اگر مولانا الیاس قادری عطاری یا تحریک دعوت اسلامی بدعقیدہ اور وہابی تحریک ہے تو میں بھی ہوں، کیوں کہ مولانا الیاس قادری کو امارت تفویض کرنے اور

دعوت اسلامی کی تشکیل میں میرا ہی ہاتھ ہے۔'' پھر اسے اہل سنت میں انتشار وافتراق سے باز رہنے کی سختی سے تلقین فرمائی اور اہل سنت کے مابین اتحاد واتفاق کی بنیاد پر مثبت اور تعمیری کام کرنے کا مشورہ دیا۔ ١

ہو سکے تو اس عبارت کو دوبارہ پڑھیے کہ ''مولانا الیاس قادری عطاری یا تحریک دعوت اسلامی بدعقیدہ اور وہابی تحریک ہے تو میں بھی ہوں، کیوں کہ مولانا الیاس قادری کو امارت تفویض کرنے والا اور دعوت اسلامی کی تشکیل میں میرا ہی ہاتھ ہے۔'' اس اعتراف حقیقت کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں کہ دعوت اسلامی کے قیام کے حوالے سے ہر قسم کے شبہات دور کر دینے والی یہ نہایت ہی واضح، صاف وشفاف اور چشم کشا عبارت ہے۔

مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب کا بیان:

پیرزادہ مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب نے اپنے مشہور ومعروف مجلّہ ''جہان رضا'' کا ''دعوت اسلامی'' نمبر شائع کیا ہے۔ یہ نمبر عالمی سطح پر دعوت اسلامی کی کامیابی اور اس کے تنظیمی خاکہ پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ مذکورہ بالا مجلّہ کے اداریہ کی ابتداء میں آپ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

'' یہ ١٩٨٠ء کی بات ہے ہندوستان کے ایک عالم دین رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے۔ لاہور کے مقتدر علمائے اہل سنت نے ان کے اعزاز میں ایک زبردست استقبالیہ دیا۔ جس میں انہوں نے نہایت دلسوزی کے ساتھ دیوبندیوں کی ''بستر بند تبلیغی جماعت'' کی ہندوستان میں بداعتقادی وجارحیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''حضرات علمائے اہل سنت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک پاک ملک دیا ہے، جس میں دین کے لیے کام کرنے کے بڑے مواقع موجود ہیں۔'' ٢

١۔ ماہنامہ جام نور، دہلی، شمارہ مئی ٢٠١٠ء، ص: ۵

٢۔ جہان رضا، دعوت اسلامی نمبر، ص: ١١، شمارہ اپریل ٢٠١١ء

یہاں تک تو تمہید تھی جس سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے نہاں خانۂ دل میں کسی ایسی تنظیم کے قیام کی فکر پرورش پا رہی تھی جو دنیا کو لادینیت اور عقیدہ وعمل کی گمراہی سے بچا سکے۔ آگے چل کر مولانا فاروقی لکھتے ہیں:

"مولانا ارشد القادری نے جہاں لاہور کے علمائے اہل سنت کو "دعوت اسلامی" کے لے جمع کیا وہاں کراچی میں بھی علمائے اہل سنت کو جمع کیا۔" ۱

معروضہ:

اسی مجلّہ کے آخری صفحات پر میں نے "دعوت اسلامی" کے قیام وبنا کے حوالے سے حضرت مولانا الیاس قادری عطاری مدظلہ العالی کی ایک تحریر دیکھی۔ اس میں آپ نے قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریک پر علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے دولت کدے میں ہونے والی میٹنگ کا تذکرہ تو واقعی کیا ہے، لیکن اس کے بعد فرماتے ہیں:

"ظاہر ہے سنار کو انگوٹھی بنانے کا حکم کرنے والے کو 'بانی' نہیں بلکہ سنار ہی کو 'بانیٔ انگوٹھی' قرار دیا جائے گا کہ 'انگوٹھی' کا صرف نام لینے سے انگوٹھی بن نہیں گئی، بلکہ سنار نے جدوجہد کی تو ہی بنی۔" ۲

یہ عبارت میری ناقص سمجھ سے باہر ہے کہ اگر اسی فلسفۂ قیام وبنا کو تسلیم کرلیا جائے تو نہ "تاج محل" کا بانی شاہجہاں کو قرار دیا جاسکے گا اور نہ ہی "لال قلعہ" کو، بلکہ اس سے بڑی مصیبت تو ہم اہل ہند کو پیش آئے گی کہ یہاں مساجد کی تعمیر کے لیے جن مزدوروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، وہ زیادہ تر غیر مسلم ہوتے ہیں۔ لہذا اس فکر کو اگر بعینہٖ تسلیم کرلیا جائے تو پھر تعمیر مساجد کے حوالے سے ساری بشارتوں کے اہل وہ ہو جائیں گے۔

۱۔ جہان رضا، دعوت اسلامی نمبر، ص:۱۱، شمارہ اپریل ۲۰۱۱ء
۲۔ نفس مصدر، ص: ۱۸۹

آگے چل کر حضرت امیر اہل سنت مدظلہ العالی نے لکھا ہے کہ شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ قاری رضاء المصطفیٰ مدظلہ العالی نے یہ پیغام دیا کہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ یاد فرما رہے ہیں تا کہ انہیں دعوت اسلامی کا امیر بنایا جاسکے۔ یہ سن کر آپ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے پاس پہنچے اور آپ کو امیر بنا دیا گیا۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ دعوت اسلامی کے حوالے سے:

''........نہ کوئی تنظیمی ڈھانچہ تھا نہ کوئی ٹھوس طریق کار.......... '' ۱

اس عبارت سے مطلوب کیا ہے؟ یہ تو امیر اہل سنت ہی بہتر بتا سکتے ہیں، لیکن اگر اس سے مراد لائحۂ عمل ہے تو یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک تحریک کو کامیابیوں سے ہمکنار کرانے کے لیے کئی شبانہ روز تک غور و خوض اور محنت و مشقت کے بعد ایک منظّم لائحۂ بنایا جائے اور جس کے لیے بنایا جائے اسے ہی نہ دیا جائے، جب کہ اس کی تیاری کے حوالے سے خود قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے غزالی دوراں حضرت علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ کے تذکرے کے دوران لکھا ہے کہ:

'' اور جس میں پاکستان کے اکثر اکابر اہل سنت تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے مجھے ''دعوت اسلامی'' کا لائحۂ عمل پیش کرنا تھا۔ جسے میں نے استاذ العلماء حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی وقار الدین رضوی اور رئیس الافاضل حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی کے اصرار پر مرتب کیا تھا۔ مفتی صاحب موصوف کی نظر میں لائحۂ عمل کی اتنی زبردست اہمیت تھی کہ انہوں نے مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے دار العلوم امجدیہ کے ایک کمرے میں کئی دنوں تک نظر بند کر دیا تھا۔ '' ۲

اور اپنی جماعت کے معتمد قلم کار ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ کی تحریر کا یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہے:

۱۔ جہان رضا، دعوت اسلامی نمبر، ص:۱۸۷، شمارہ اپریل ۲۰۱۱ء

۲۔ شخصیات، ص:۷۹

”مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ پاک و ہند اور بیرونی دنیا میں مسلک اہل سنت و جماعت کی انہوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ چند سال قبل دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ان سے پہلی بار شرف نیاز حاصل ہوا جب کہ وہ اہل سنت کے لیے ایک تبلیغی جماعت کا لائحۂ عمل تیار فرمارہے تھے۔ وہ دستور العمل آج دعوت اسلامی کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔ بیشک دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔“ ۱

اور اسی لائحۂ عمل کے حوالے سے علامہ شاہ حسین گردیزی کہتے ہیں:

”جس میں سب سے پہلے علامہ ارشد القادری صاحب کھڑے ہوئے اور ایک عالمی تبلیغی تحریک ”دعوت اسلامی“ کا مکمل منصوبہ پیش کیا۔“ ۲

اخیر میں بعض ویب سائٹس پر دعوت اسلامی کے قیام و بنا کے حوالے سے جو تحریر نظر سے گزری ہے، اسے بھی پڑھتے چلیے:

" Mohammad Ilyas Qadri describes how the death of his older brother, and the burden of keeping his family intensified his religious sentiments, that he began to limit his circle of friends to those of a religious mindset. His close companions used to accompany him to recite Islamic litanies and naat at the grave-side of his brother, which lead to a series of speeches delivered on various aspects of Islam. This grass roots movement took hold, through congregations consisting of speeches and dua's which eventually became the foundation of ' Dawat-e-Islami' " ۲

۱۔ حجاز جدید، ص:۵۰، شمارہ ستمبر ۱۹۹۱ء

۲۔ جام نور، ص:۴۲،۴۳، شمارہ جون ۲۰۱۱ء

۳۔ Murshidpiya. weekly.com

ترجمہ: محمد الیاس قادری بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ان کے بڑے بھائی کی موت اور گھریلو ذمہ داریوں نے ان کے مذہبی جذبات بیدار کیے کہ آپ کا حلقہ احباب مذہب پسند طبقہ تک محدود ہوکر رہ گیا۔ آپ کے قریبی دوست بھائی کی قبر کے پاس آپ کے ساتھ ساتھ اسلامی قصائد اور نعت پڑھتے، جس کے بعد مختلف موضوعات پر تقریریں ہوتیں۔ یہی ابتدائی بزم کہ جس میں تقریر اور دعا وغیرہ ہوا کرتی تھی، آخر کار آہستہ آہستہ دعوت اسلامی کے قیام کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔

اس بیان پر میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی موثوقیت کے حوالے سے کوئی حتمی اطلاع نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہی لفظ بعینہ میں نے کئی دوسری ویب سائٹس پر بھی دیکھا ہے۔

آخری بات :

اب تک آپ نے ''دعوت اسلامی'' کی واقع تاریخی کے مختلف گوشوں کو اکابر علمائے اہل سنت شہادت، اخبارات کی سرخیوں اور حقیقی واقعات کے ذیل میں ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اتنے واضح دلائل وبراہین کی موجودگی میں یہ کہنا عدل وانصاف ہی کا تقاضا ہے کہ موجودہ ''دعوت اسلامی'' کا خاکہ یقینی طور پر قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا عطا کردہ ہے اور اسی کے ساتھ یہ اعتراف کرنا بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ اس خاکے میں رنگ بھرنے کا سہرا بہرحال امیر اہل سنت مولانا الیاس قادری عطاری کے سر ہی بندھتا ہے۔

امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی کی یہ انتھک محنت ومشقت ہی تھی کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ کا تعلق بڑا ہی والہانہ ہوا کرتا تھا۔ اس تعلق وشفقت کی ایک جھلک دیکھنا ہو تو اس خط کا ابتدائی حصہ پڑھیے جسے امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی نے لکھا ہے:

'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے عب رب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ، عاشق خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم ،محبّ صحابہ واہل بیت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ،طالب نگاہ غوث وخواجہ رضی اللہ عنہما ،فیضیاب فیضان امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ، استاذ العلماء ، زینت الفضلاء حضرت علامہ مولانا رئیس التحریر ارشد القادری صاحب مدظلہ کی خدمت سراپا عظمت میں مکہ مکرمہ کی مشکبار فضاؤں اور مدینہ منورہ کی خوشبودار ہواؤں کی برکتوں سے مالا مال سلام................

عالی جاہ! الحمد للہ علی احسانہ،آپ کی اکلوتی تحریک ''دعوت اسلامی'' بین الاقوامی سطح پر تیزی کے ساتھ نشو ونما پا رہی ہے۔ پاک وہند کے علاوہ بنگلہ دیش، نیپال، سیلون، برطانیہ،امریکا،روس اور جاپان وغیرہ مما لک میں اس کا کام ہورہا ہے۔نیز ماریشش اورقرب وجوار،علاوہ ازیں ڈربن، کینیا، دارالسلام،موزمبیک، پریٹوریہ،کمپالا وغیرہ میں اس کی بنیادیں مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔علاوہ ازیں عرب امارات،کویت،مسقط بلکہ عرب شریف میں مدینہ منورہ،مکہ مکرمہ،جدہ شریف،ریاض وغیرہ متعدد مقامات پر دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماعات اور جابجا یومیہ درس فیضان سنت کا سلسلہ جاری ہے۔........

۳/ذیقعدہ،۱۴۱۸ہجری، العربیۃ المتحدۃ [۱

آیئے دعا کریں کہ مالک کائنات اس تنظیم کے بانی،امیر اوران سبھوں کو اجر عظیم عطا فرمائے جو اسے استحکام بخشنے کی سعی پیہم کررہے ہیں۔

۱۔ مخطوطہ بتحویل مصنف کتاب

لائحۂ عمل

دعوت اسلامی

مرتب کردہ

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری (علیہ الرحمہ والرضوان)
نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن

نزیل کراچی ۱۹۸۱/۸/۲۶

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی اپنی تحریر میں لائحہ عمل دعوت اسلامی کا سرورق

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی اپنی تحریر میں لائحہ عمل ''دعوت اسلامی'' کا پہلا صفحہ

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی اپنی تحریر میں لائحہ عمل ''دعوت اسلامی'' کا آخری صفحہ

الحمد لله رب العلمين ہ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین ہ وعلی آلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین

دعوت اسلامی کی تنظیم کا بنیادی اصول

۱۔ ہر سطح پر اس تنظیم کی سربراہی کے لیے صرف وہی لوگ منتخب کیے جائیں گے جو صحیح العقیدہ مسلمان، دیندار، خداترس، مخلص وفعال، صاحب علم وفضل اور عملاً غیر سیاسی ہوں۔

۲۔ دین کے سانچے میں خود ڈھلنا اور دوسروں کو ڈھالنا اس تنظیم کا بنیادی کردار ہوگا۔

۳۔ اس تنظیم کا پلیٹ فارم اور اس کا نام کسی بھی سیاسی مقصد کے لیے ہرگز استعمال نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ جو لوگ اس تنظیم میں شامل ہوں گے انہیں فرائض اسلام کی پابندی، ممنوعات شرعیہ سے مکمل اجتناب، معاملات میں دیانتداری، والدین کی اطاعت، ازواج واولاد کے حقوق کی ادائیگی، علماء ومشائخ کا ادب، اقارب اہل خاندان اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، اکلِ حلال، صدقِ مقال، اسلامی شعائر کی تعظیم،...... بے انصافی، ظلم وزیادتی، حق تلفی اور دل آزاری سے مکمل گریز، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، اخوت اسلامی اور اکرام مسلم، یہ سارے صفات اپنے اندر پیدا کرنے ہوں گے، خصوصیت کے ساتھ اپنے گھروں کا

ماحول دینی زندگی کا آئینہ دار بنانے کے لیے اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔

دعوت اسلامی کی تنظیم کا بنیادی ڈھانچہ

۱۔ اس دینی، تعلیمی اور تبلیغی تنظیم کا نام ''دعوت اسلامی'' ہوگا

۲۔ دعوت اسلامی کے زیر اہتمام دین سیکھنے اور سکھانے کے لیے مندرجۂ ذیل سطحوں پر تعلیمی اور تبلیغی مراکز قائم کیے جائیں گے۔

الف: ملکی سطح پر

ب: صوبائی سطح پر

ج: ضلعی سطح پر

د: علاقائی یعنی تحصیل کی سطح پر

ہ: مقامی سطح پر

۳۔ ہر سطح پر مرکز کا ایک امیر (سربراہ) ہوگا جسے علی الترتیب مرکزی، صوبائی، ضلعی، علاقائی، اور مقامی امیر کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ مقامی سطح پر امراء کی تعداد متعین نہیں ہوگی، بلکہ جتنے حلقوں میں مراکز قائم کیے جائیں گے اتنے ہی تعداد میں امراء بھی ہوں گے۔

۴۔ علاقائی مرکز، علاقہ کے کسی بھی مقام پر، ضلعی مرکز ضلع کے کسی بھی مقام پر، صوبائی مرکز صوبہ کے کسی بھی مقام اور ملکی مرکز ملک کے کسی بھی حصے میں قائم کیا جائے گا۔

۵۔ ضلعی امیر کے علاوہ ہر ضلع میں دو ہمہ وقتی مبلغ مقرر کیے جائیں گے، جنہیں 'نقیب'' کہا جائے گا اور جو آبادیوں کا دورہ کر کے لوگوں کو ضلعی، صوبائی اور ملکی مراکز میں دین سیکھنے کے لیے اپنے ہمراہ لائیں گے یا بھیجیں گے۔

۶۔ ہر مرکز میں تعلیم وتربیت کا جو حلقہ قائم کیا جائے گا اسے ''حلقہ درس'' کہا جائے گا۔

مختلف سطح کے مراکز کے لیے حلقۂ درس کی میقات کا نقشہ یہ ہوگا:

الف: مرکزی حلقۂ درس کے لیے........ پندرہ دن........

اسے پندرہ روزہ حلقۂ درس کہا جائے گا۔

ب: صوبائی حلقۂ درس کے لیے..........دس دن..........

اسے دہ روزہ حلقۂ درس کہا جائے گا۔

ج: ضلعی حلقۂ درس کے لیے............ پانچ دن...........

اسے پنج روزہ حلقۂ درس کہا جائے گا۔

نوٹ: یہ سارے حلقہائے درس صرف ضلعی، صوبائی اوملکی سطح کے مراکز میں قائم کیے جائیں گے، جہاں دین سیکھنے کے لیے باہر سے آنے والوں کی رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کا انتظام ہوگا۔

ہر حلقۂ درس کے نصاب تعلیم وتربیت کا نقشہ یہ ہے:

نصاب تعلیم وتربیت برائے پنج روزہ حلقۂ درس

۱۔عقائد .... ۲۔عبادات (مسائل وفضائل)..........۳۔اذان، اقامت، وضو، تیمّم، غسل، طہارت اور مختلف نمازوں کی عملی مشق........۴۔اسلامی معاشرہ کے اخلاق وآداب.......۵۔معروفات ومنکرات، یعنی حرام وحلال کا بیان

نصاب تعلیم وتربیت برائے دہ روزہ حلقۂ درس

۱۔عقائد .... ۲۔عبادات (مسائل وفضائل)..........۳۔اذان، اقامت، وضو،

تیمّم ،غسل ،طہارت اور مختلف نمازوں کی عملی مشق.........۴۔اسلامی معاشرہ کے اخلاق وآداب ....۵۔معروفات ومنکرات، یعنی حرام وحلال کا بیان ....۶۔ بقدر صلاحیت مختلف دعاؤں ، اور قرآنی آیات اور سورتوں کا حفظ.........۷۔ سیرت نبوی.............۸۔حیات صحابہ

نصاب تعلیم وتربیت برائے پندرہ روزہ حلقۂ درس

ا۔عقائد .... ۲۔عبادات (مسائل وفضائل)...........۳۔اذان،اقامت،وضو، تیمّم ،غسل ،طہارت اور مختلف نمازوں کی عملی مشق.........۴۔اسلامی معاشرہ کے اخلاق وآداب ....۵۔معروفات ومنکرات، یعنی حرام وحلال کا بیان ....۶۔ بقدر صلاحیت مختلف دعاؤں ، اور قرآنی آیات اور سورتوں کا حفظ.........۷۔ سیرت نبوی............۸۔حیات صحابہ.......۹۔حیات سلف صالحین.......۱۰۔تبلیغ وتعلیم کے فضائل وآداب...........۱۱۔معاملات...........۱۲۔تربیت اولاداورازدواجی زندگی..

نوٹ:مذکورہ بالاسارے مضامین’’دینی نصاب‘‘نامی کتاب میں ملیں گے۔

دین سیکھنے والوں کے لیے شب وروز کے نظام الاوقات

۹۔ دعوت اسلامی کے مراکز میں جولوگ پنج روزہ،دہ روزہ اور پندرہ روزہ حلقۂ درس میں شرکت کے لیے آئیں گے انہیں مندرجہ ذیل نظام الاوقات کے مطابق اپنا وقت گزارنا ہوگا۔

الف: حلقۂ درس	صبح ۸تا۱۲بجے دن
ب: وقفۂ نماز وطعام ودیگرضروریات	۱۲بجے دن تا۳بجے دن
ج: پھرحلقۂ درس	۳بجے دن تا۵بجے شام
د: حفظ ومذاکرہ	بعدنماعصرتامغرب

ہ: خطاب عام (یعنی وعظ) بعد نماز عصر تا مغرب

و: کھانا بعد نماز عشاء

ز: استراحت بعد طعام فورا

ح: بیداری برائے نماز تہجد و حلقۂ ذکر رات کے پچھلے پہر

ط: ضروریات سے فراغت بعد نماز فجر تا پونے آٹھ بجے دن

نوٹ: ہر مرکز کے امیر کو مقام اور موسم کے پیش نظر اوقات میں تبدیلیوں کا اختیار ہوگا۔

۱۰۔ کسی بھی مرکز کے حلقۂ درس یا اجتماع مین شریک ہونے والے حضرات اپنے اپنے سفر کے اخراجات خود برداشت کریں گے۔ اسی طرح جتنے دنوں تک وہ کسی مرکز میں قیام کریں گے اتنے دنوں کا کچا راشن بھی انہیں اپنے ہمراہ لانا ہوگا۔

۱۱۔ دوران قیام سونے کے لیے بستر، کھانے، اور دیگر ضروریات زندگی کے سلسلے میں سادگی، کفایت شعاری، یکسانیت اور صحابہ کرام کی زندگی کا نمونہ ہر وقت پیش نظر رکھنا ہوگا۔

۱۲۔ دین سیکھنے کے لیے وقت کے عطیہ کو ''مجاہدہ'' کہا جائے گا۔

۱۳۔ ضلعی نقباء کے علاوہ مقامی اور علاقائی امراء بھی دین سیکھنے کے لیے لوگوں کو مجاہدہ کی ترغیب دیکر مراکز میں بھیجیں گے۔ ایسے لوگوں کی جب ایک جماعت تیار ہو جائے گی تو انہی کے درمیان سے کسی صالح، تجربہ کار اور عقلمند آدمی کو اُس جماعت کا امیر بنا دیا جائے گا، جسے ''امیر الوفد'' کہا جائے گا۔

تعلیمی و تبلیغی مراکز کے اصول و ضوابط

۱۔ کسی بھی سطح کے تعلیمی و تبلیغی مرکز میں مندرجہ ذیل عملہ مقرر کیا جائے گا جو ہمہ وقتی کار پرداز کی حیثیت سے اپنے اپنے فرائض انجام دے گا۔

الف: امیر مرکز

ب: معلم

ج: امین الاوقات

د: ناظم الامور

ہ: داروغہ مطبخ

و: باورچی

نوٹ: سب کے الگ الگ فرائض ذیل میں ملاحظہ فرمائیں

امیر مرکز کے فرائض

ا۔ مرکز کے سارے شعبوں کو نظم وضبط اور دیانتداری کے ساتھ چلانا اور اس کے لیے وسائل فراہم کرنا، مرکز کے عملہ سے کام لینا، دین سیکھنے کے لیے آنے والے وفود کا خیر مقدم کرنا اور ان کے قیام وطعام اور تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا، امیر الوفد کا مرکز کے سارے لوگوں سے رابطہ قائم کرانا، مرکز کے نقباء کو آبادیوں میں بھیجنا تاکہ وہ دین سیکھنے والوں کے وفود مرکز میں بھیجیں یا اپنے ہمراہ لے کر آئیں، نقباء اور مرکز کے عملہ کی کارگزاریوں کا جائزہ لینا، وفود کی آمد اور رخصت کے وقت خاص خاص ہدایات دینا اور دعائیں مانگنا، ہر وارد وصادر کے دل میں دعوت اسلامی کی لگن پیدا کرنا، دعوت اسلامی کے سارے مراکز سے مربوط رہنا، رفقاء کے درمیان اگر کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو اسے دور کرنا۔

معلم کے فرائض

حلقۂ درس کے اوقات مقررہ میں نصاب تعلیم کے مطابق متعلمین (دین سیکھنے کے لیے آنے والوں) کو درس دینا، ان کے اوقات کو دین سیکھنے کے لیے محفوظ کرنا، بعد نماز مغرب خطاب عام کے ذریعہ ان کے اندر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خوف الٰہی اور دینی

زندگی کا جذبہ پیدا کرنا، اس بات پر زور دینا کہ وہ اپنے اپنے مستقر پر واپس لوٹ کر لوگوں کے سامنے اپنی عملی زندگی کا اچھا نمونہ پیش کریں اور اپنے یہاں کے لوگوں کو دعوت اسلامی کے کام سے متعارف کرائیں، دین سیکھنے والوں کو دعائیں، قرآنی آیات، اسباق کی تکرار اور مسائل یاد کرانے کے لیے انہی میں سے چند مستعد اور ذی صلاحیت افراد کو متعین کرنا۔ ان پڑھ لوگوں کو زبانی اور پڑھے لکھے لوگوں کو کتاب کے ذریعہ پڑھانا۔

معین الاوقات کے فرائض

درس، خطاب عام، حفظ و مذاکرہ، ناشتہ کھانا، استراحت، بیداری برائے نماز تہجد وغیرہ اور مرکز کی طرف سے مرتب کردہ تعلیمی اور تربیتی مصروفیات کے لیے متعلمین کو جمع کرنا اور انہیں نظام الاوقات کا پابند بنانا، خلاف ورزی کرنے والوں کی اصلاح کے لیے امیر مرکز کی طرف رجوع کرنا۔

ناظم الامور کے فرائض

متعلمین کی ضروریات کا خیال رکھنا، امیر الوفد کے ذریعہ ان کا لایا ہوا راشن وصول کر کے ان کے لیے ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا تیار کرانا اور وقت مقررہ پر انہیں کھانا کھلانا، متعلمین بیمار پڑ جائیں تو ان کا علاج کرانا، مرکز کی صفائی کا اہتمام کرنا، نہانے دھونے اور متعلمین کی طبعی ضروریات پوری کرنے کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرنا، امیر مرکز کی ہدایت کے مطابق مرکز کے سارے متفرق امور انجام دینا۔

امیر الوفد کے فرائض

وفد کے سارے ممبران کی نگہداشت اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے اندر اطاعت امیر کا جذبہ پیدا کرنا اور مقصد سفر کے ساتھ ہر وقت انہیں مربوط رکھنا، ان کی

نشست و برخاست، وضع قطع اور گفتار و کردار کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کی والہانہ جد وجہد کرنا، بحالت سفر نماز با جماعت کا اہتمام کرنا اور کرانا، کسی بھی مرکز میں پہنچ کر پہلے امیر مرکز سے ملاقات کرنا اور اپنے وفد کے ممبران کے قیام وطعام کا انتظام کرانا، اپنے وفد کو تاکید کرنا کہ وہ امیر مرکز کے احکام کی پابندی کریں۔

دعوت اسلامی کی
مرکزی، صوبائی، ضلعی اور مقامی تنظیموں کی تشکیل کے طریقے

۱۔ ہر سطح کی تنظیم کا صرف ایک سربراہ ہوگا جسے ''امیر'' کہا جائے گا۔

۲۔ ہر ملک کے لیے مرکزی امیر وہاں کے اکابر علمائے اہل سنت نامزد کریں گے۔ اور صوبائی امیر مرکزی امیر کے ذریعہ مقرر کیا جائے گا اور ضلعی امیر کی تقرری صوبائی امیر کے ذریعہ عمل میں آئے گی، اور علاقائی امیر ضلعی امیر کے ذریعہ مقرر کیا جائے گا جب کہ مقامی امراء کی تقرری اپنے علاقائی امیر کے ذریعہ عمل میں آئے گی۔

۳۔ جب تک مرکزی امیر کی تقرری عمل میں نہ آئی ہو، عبوری دور میں کام کا سلسلہ شروع کرنے کے لیے ہر سطح کے علمائے اہل سنت کو اپنی اپنی سطح کے امیر کی تقرری کا اختیار ہوگا۔

۴۔ دعوت اسلامی کی ہر مقامی تنظیم، امیر جماعت کے علاوہ چھ یا آٹھ ارکان پر مشتمل ہوگی اور علاقائی تنظیم کی مجلس ارکان اس علاقہ کے مقامی تنظیموں کے امراء پر مشتمل ہوگی، جب کہ ضلعی تنظیم کے ارکان کی مجلس علاقائی اور مقامی امراء پر مشتمل ہوگی۔ اور صوبائی تنظیم کی مجلس ارکان، صوبائی اور ضلعی تنظیموں کے امراء پر مشتمل ہوگی۔

۵۔ ہر شہر کا ایک ہی امیر ہوگا اور سارے محلوں کی تنظیمیں اسی کی ماتحتی میں کام کریں گی۔

۶۔ یہ تقرریاں دائمی ہوں گی الا آنکہ امراء وفات پا جائیں یا مستعفی ہو جائیں یا شرعی

وجوہات یا عدم کارکردگی کی بنیادوں پر وہ اس منصب کے اہل نہ سمجھے جائیں۔

۷۔ شرعی وجوہات یا کسی اور معقول بنیاد پر صوبائی اور ضلعی امیر کو سبکدوش کرنے کا اختیار مرکزی امیر کو ہوگا جب کہ مقامی اور علاقائی امراء ضلعی امیر کے ذریعہ سبکدوش کیے جائیں گے۔ اور مرکزی امیر کو سبکدوش کرنے کا اختیار صرف اکابر علمائے اہل سنت کو ہوگا۔ جن ذرائع سے امراء کی تقرری عمل میں آئے گی انہیں ذرائع سے ان کی خالی جگہیں بھی پر کی جائیں گی۔

۸۔ کم از کم تین ملکوں میں دعوت اسلامی کی تنظیم قائم ہو جانے کے بعد مختلف ملکوں کے مرکزی امراء کی رائے سے عالمی سطح کے امیر کی تقرری عمل میں آئے گی۔

۹۔ عالمی سطح کے امیر کی سبکدوشی امرائے ممالک کی کثرت رائے سے ہوگی۔

دینی اجتماعات

۱۔ دعوت اسلامی کی مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پانچ طرح کے دینی اجتماعات منعقد کیے جاتے رہیں گے۔

الف: ہفت روزہ

ب: ماہانہ

ج: سہ ماہی

د: سالانہ

ہ: ہنگامی

۲۔ ہر اجتماع تلاوت قرآن اور حمد و نعت سے شروع ہوگا اور صلاۃ و سلام اور دعا پر تمام ہوگا۔

۳۔ ہر اجتماع میں خطاب عام کے علاوہ درس قرآن، درس حدیث، واقعات صالحین، مسائل طہارت ونماز، اخلاق وآداب، اخوت اسلامی، حقوق انسانیت اور فضائل اعمال کا بھی درس دیا جائے گا۔اسی کے ساتھ حلقہائے ذکر ودرود اور مراقبہ کی بھی تعلیم دی جائے گی۔خطاب عام کا بیشتر حصہ عقائد واعمال کی اصلاحات پر مشتمل ہوگا۔

۴۔ حالات کے تقاضے اور موسم ومقام کے اعتبار سے مرکزی، صوبائی اور ضلعی اجتماعات کسی جگہ بھی منعقد کیے جاسکیں گے۔

۵۔ اجتماع گاہوں میں آرائش وزیبائش کے بجائے مقصدی ضروریات کو سامنے رکھ کر انتہائی سادگی وکفایت شعاری کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ پروگرام کے سلسلے میں بھی وقت کی پابندی، نظم وضبط، بنیادی مقاصد اور دینی افادیت کا بھرپور لحاظ رکھا جائے گا۔

۶۔ ہر اجتماع میں ناواقف کار اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو عملی طور پر وضو کرنے، نماز پڑھنے اور عبادات سے متعلق ان امور کی مشق کرائی جائے گی جنہیں عمل میں لاکر سمجھایا جاسکتا ہے۔اسی کے ساتھ ضرورت کے مطابق قرآن کی سورتیں اور دعائیں بھی زبانی یاد کرائی جائیں گی۔

۷۔ ہفت روزہ اجتماع چند گھنٹے کا ہوگا۔ ماہانہ اجتماع ایک دن کا ہوگا۔سہ ماہی اجتماع دو دن کا اور سالانہ اجتماع تین دن کا ہوگا۔سہ ماہی اور سالانہ اجتماع میں اس امر کی پابندی کی جائے گی کہ جتنے لوگ بھی باہر سے آئیں وہ جماعتوں کی شکل میں اپنے اپنے امیر کی قیادت میں آئیں اور جب تک اجتماع ختم نہ ہوجائے وہ ان کی نگرانی میں رہیں۔

۸۔ خطاب عام اور درس قرآن وحدیث پورے مجمع کے سامنے ہوگا جب کہ مسائل کے درس اور عبادات کی عملی مشق کے لیے مجمع کو مختلف حلقوں میں تقسیم کردیا جائے گا تاکہ افہام وتفہیم میں آسانی ہو۔

نوٹ: اب ہر اجتماع کے متعلق تفصیلی ہدایات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

تفصیل ہفت روزہ اجتماع

ا۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں ہفتے کوئی دن بھی اجتماع کے لیے مخصوص ہوگا جس کے لیے کوشش کی جائے گی کہ آبادی کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں ہفت روزہ اجتماع کا اہتمام دعوت اسلامی کی مقامی تنظیم کرے گی۔

۲۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں کی مقامی تنظیم اپنے اپنے حلقے کی مسجدوں میں روزانہ کسی بھی نماز باجماعت کے بعد نمازیوں کو پندرہ بیس منٹ کے لیے روک کر امام صاحب بھی پڑھے لکھے رکن جماعت کے ذریعہ ''دینی نصاب'' نامی کتاب پڑھوا کر سنانے کا اہتمام کرے گی۔

۳۔ ہفت روزہ اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے دعوت اسلامی کی مقامی تنظیم کے ممبران اپنے امیر کی قیادت میں حلقے کا گشت کر کے لوگوں کو اجتماع میں شریک ہونے کی دعوت دیں گے۔

۴۔ ہفت روزہ اجتماع میں نئے آنے والے حضرات کا اثر انگیز خیر مقدم کیا جائے گا۔ اجتماع ختم ہونے کے بعد مقامی تنظیم کے امیر پرانے ساتھیوں سے ان کا تعارف کرائیں گے اور اس پہلی ملاقات کو جماعتی رفاقت کے رشتے میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہفت روزہ اجتماع میں شریک ہونے والوں کو ماہانہ اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جائے گی۔

تفصیل ماہانہ اجتماع

ہر مہینے میں ایک بار ضلعی مرکز کا اجتماع ہوگا، جس کا اہتمام دعوت اسلامی کی ضلعی تنظیم کرے گی۔ اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے ضلع کی ساری علاقائی اور مقامی تنظیمیں سرگرمی کے ساتھ جد وجہد کریں گی۔ ماہانہ اجتماع میں شریک ہونے والوں کو'' مجاہدہ کے لیے ترغیب دے کر دعوت اسلامی کے ضلعی مرکز میں دین سیکھنے کے لیے بھیجا جائے گا۔

تفصیل سہ ماہی اجتماع

ہر تین ماہ پر ایک بار صوبائی سطح کا اجتماع ہوگا جس کا اہتمام دعوت اسلامی کی صوبائی تنظیم کرے گی، جسے کامیاب بنانے کے لیے صوبے کی تمام اضلاعی، علاقائی اور مقامی تنظیمیں سرگرمی کے ساتھ جد وجہد کریں گی۔ سہ ماہی اجتماع میں شریک ہونے والوں کو ''مجاہدہ'' کی ترغیب دے کر دین سیکھنے کے لیے دعوت اسلامی کے تربیتی مراکز میں بھیجنے کی کوشش کی جائے گی۔

تفصیل سالانہ اجتماع

۱۔ سالانہ اجتماع کا اہتمام دعوت اسلامی کی ملکی تنظیم کرے گی، جسے کامیاب بنانے کے لیے ساری صوبائی واضلاعی وعلاقائی اور مقامی تنظیمیں شب وروز سرگرم عمل رہیں گی۔

۲۔ سالانہ اجتماع کی تاریخ اور مقام کا اعلان مرکزی امیر کم از کم چار مہینے پیشتر کریں گے جس کے لیے موسم اور جگہ کی مناسبت کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

۳۔ سالانہ اجتماع اور سہ ماہی اجتماع میں مرکزی امیر کی شرکت لازمی ہوگی۔

۴۔ سالانہ اجتماع سے کم از کم ایسے پچاس تبلیغی وفود باہر نکالے جائیں گے جو ملک کے مختلف حصوں میں پھیل کر دعوت اسلامی کے کام سے لوگوں کو روشناس کرائیں اور جہاں جہاں دعوت اسلامی کے مراکز قائم نہیں ہیں وہاں مراکز قائم کریں۔

تفصیل ہنگامی اجتماع

۱۔ بڑے بڑے اعراس کے موقعہ پر جہاں ہزاروں کی تعداد میں عقیدتمندوں کا ہجوم اکھٹا ہوتا ہے، وہاں دعوت اسلامی کے ہنگامی اجتماعات منعقد کیے جائیں گے، جس کا اہتمام ضلعی اور علاقائی تنظیموں کے تعاون سے دعوت اسلامی کی مقامی تنظیم کرے گی۔

۲۔ اعراس کے اجتماع میں زائرین کو عرس کے صحیح مقصد سے روشناس کرایا جائے گا اور انہیں بتایا جائے گا کہ صاحب مزار کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جائے، خصوصیت کے ساتھ زائرین کو زیارت کے شرعی آداب سے باخبر کیا جائے گا تا کہ لاعلمی کے نتیجے میں نہ وہ مزارات کی بے حرمتی کریں اور نہ شریعت کی قائم کردہ حدود سے آگے بڑھیں۔

۳۔ جو شہر ساحل سمندر پر واقع ہیں اور وہاں سے بحری جہازوں کے ذریعہ حجاج روانہ ہوتے ہیں وہاں موسم حج کے موقعہ پر ہنگامی اجتماعات منعقد کیے جائیں گے جن میں عازمین حج وزیارت کو حج اور زیارت کے مسائل اور حج کرنے کے طریقے کی تعلیم دی جائے گی۔ رمضان المبارک کے موقعہ پر بھی روزہ کے مسائل سکھانے کے لیے ہر جگہ ہنگامی اجتماعات منعقد کیے جائیں گے۔ اسی طرح یوم عرفہ، عاشورہ، محرم، گیارہویں شریف، بارہویں شریف، معراج اور شب برأت کے مواقع پر بھی دینی اجتماعات منعقد کیے جائیں گے۔ ہنگامی اجتماعات میں بھی لوگوں کو ''مجاہدہ'' کی ترغیب دے کر دین سیکھنے کے لیے دعوت اسلامی کے مراکز میں بھیجنے کی کوشش کی جائے گی۔

تربیتی مرکز کا قیام

۱۔ معلمین، نقباء اور امراء کی تربیت کے لیے ہر ملکی مرکز میں ایک تربیت گاہ قائم کی جائے گی، جہاں انہیں دعوت اسلامی کی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے فکری اور عملی وسائل کی تربیت دی جائے گی۔

۲۔ ''تربیتی نصاب'' ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا جائے گا جس کی تعلیم ایک ماہ کی مدت میں مکمل ہوگی۔

۳۔ ''تربیتی نصاب'' مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہوگا۔

الف: سب سے پہلے اپنی شخصیت کو دینی کردار، پاکیزہ زندگی اور عشق و اخلاص کا آئینہ بنانا

ب: دین کے لیے مشقت برداشت کرنے، مشکلات کا مقابلہ کرنے کی عادت ڈالنا

ج: دعوت اسلامی کے کام کو کس طرح موثر، دل نشین اور پر کشش بنایا جائے

د: ایک بے غرض مصلح اور ایک پر سوز داعی کی حیثیت سے عوام کے قریب آنے کی مشق کرنا

ہ: سفر اور حضر میں اپنے ساتھیوں کی کس طرح خدمت اور دلجوئی کی جائے اور کس طرح ان کے اندر دین کی لگن پیدا کی جائے۔

و: دعوت اسلامی کے مراکز میں تعلیمی وفود کو کس طرح کم سے کم مدت میں دین کی علمی اور عملی برکتوں سے بہرہ مند کیا جائے اور کس طرح صحابہ کرام کی زندگی کا عکس ان کی زندگی پر ڈالا جائے۔

ز: لوگوں کو دین سیکھنے کے لیے گھروں سے نکال کر دعوت اسلامی کے مراکز میں بھیجنے کے لیے کیا ترغیبی طریقے اختیار کیے جائیں؟

ح: اپنی دینی اور تبلیغی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کو ذاتی شہرت و نمائش اور ریا کاری کے جراثیم سے کس طرح پاک رکھا جائے۔

ط: اپنے رفقائے جماعت اور کارکنوں کے اندر کس طرح اطاعت امیر اور باہمی محبت و ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

ی: خانقاہی ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ دل کی تطہیر اور روح کا تزکیہ

دعوت اسلامی کے مراکز کی عمارتیں

ا۔ دعوت اسلامی کے مختلف شعبوں کی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ملکی مرکز، صوبائی مرکز اور ضلعی مراکز میں دینی تربیت گاہ کی ذاتی عمارت بنائی جائے گی جب کہ علاقائی اور مقامی مرکزوں کا کام وہاں کی مساجد سے لیا جائے گا۔

۲: ہر مرکز کی عمارت کی تعمیر کا کام وہاں کی تنظیم اپنے طور پر اپنے امیر مرکز کی قیادت میں پایۂ تکمیل کو پہنچائے گی۔

۳: تربیت گاہوں کی عمارات تین حصوں پر مشتمل ہوگی:

الف: مسجد

ب: اقامت گاہ

ج: شعبہ جاتی عمارات

نوٹ: مستقبل میں ضرورت کے مطابق اکابر علمائے اہل سنت کے ذریعہ اس لائحۂ عمل میں ترمیم کی جا سکے گی، بشرطیکہ دعوت اسلامی کے بنیادی مقاصد کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔

الراقم

دستخط

(قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ)

نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن

نزیل کراچی